احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

ستمبر ۱۹۹۲ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

گئی ہے۔

قرآن کریم کے اس دعویٰ کا تاریخی ثبوت یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے ایک طبقہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی اور انہوں نے شریعت حقہ کو قبول کر لیا اور اسلام میں بہت بلند مقامات حاصل کئے اور قبول اسلام سے پہلے بھی یہ لوگ اپنی قوموں میں معزز اور نیک ناموں سے یاد کئے جاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے جب اسلام قبول کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو ان کے اسلام کی خبر دیئے بغیر ان کے بارہ میں رائے دریافت فرمائی تو انہوں نے بالاتفاق گواہی دی۔

"خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا سَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا وَاَعْلَمُنَا وَابْنُ اَعْلَمِنَا"

"وہ ہم میں سے سب سے بہتر اور سب سے بہتر آدمی کے بیٹے ہیں۔ وہ ہمارے سردار ہیں اور سردار زادہ ہیں وہ ہم میں سے سب سے زیادہ عالم اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں"۔

مگر جب حضور نے انہیں بتایا کہ عبداللہ بن سلام نے اسلام قبول کر لیا ہے تو یہود نے اپنے پہلے بیان کے برعکس کلمات استعمال کرنا شروع کر دیئے۔

(صحیح بخاری از محمد بن اسماعیل بخاری کتاب التفسیر سورۃ البقرہ باب واذ قلنا ادخلو...)

اس واقعہ سے یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہود دل سے ان کی نیکی کے قائل تھے۔ پس بعید نہیں کہ ان اہل کتاب کی انہیں نیکیوں کی وجہ سے خدا نے انہیں دین اسلام کے لئے چن لیا جس طرح حضرت حکیم بن حزامؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں اپنے زمانہ جاہلیت کی بعض نیکیوں کا ذکر کرتے ہوئے استفسار کیا کہ کیا ان کا بھی اجر ملے گا تو حضورؐ نے فرمایا۔

"اَسْلَمْتَ عَلٰى مَا سَلَفَ مِنْ خَيْرٍ"

(صحیح بخاری کتاب الزکوۃ باب من تصدق فی الشرک ثم اسلم)

"تیری زمانہ ماضی کی نیکیوں کے اجر کے طور پر ہی تو خدا نے تجھے اسلام قبول کرنے کی توفیق دی ہے"۔

پس فی الحقیقت ان کا اسلام بلکہ اعلیٰ درجے کا اسلام ان کے ماضی کی نیکیوں کی قبولیت کی علامت ہے۔ یہ لوگ کتنے تھے اور کون کون تھے؟ مختلف تفاسیر اور حدیث اور تاریخ میں ان کا ذکر بکھرا پڑا ہے۔ مگر ان کی زیادہ تفصیل اور حالات نہیں ملتے۔ جن کا ذکر یقینی طور پر ملتا ہے محققین نے ان کو جمع کر کے بتایا ہے کہ اہل کتاب میں سے کم از کم ۶۳ مردوں اور ۸ عورتوں کو حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ان کے سابقہ مذاہب کی تفصیل یہ ہے۔

		یہود سے آنے والے	عیسائیوں سے آنے والے
کل مرد	۶۳	۳۹	۲۴
کل عورتیں	۸	۳	۵
کل اہل کتاب	۷۱	۴۲	۲۹

قریباً ۱۱ صحابہ اور صحابیات ایسے ہیں جن کے متعلق اہل کتاب ہونے کا امکان تو ہے مگر پورے یقین سے یہ بات کہنا مشکل ہے کیونکہ تفاصیل دستیاب نہیں ہوئیں۔ اگر ان کو بھی ملا لیا جائے تو کل تعداد ۸۲ بنتی ہے۔

(اہل کتاب صحابہ و تابعین از حافظ مجیب اللہ ندوی معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۱ء)

اہل کتاب کی تعریف میں نازل ہونے والی بعض آیات کے شان نزول میں صحابہ اور مفسرین نے ان صحابہ کے نام بھی بیان کئے ہیں اور بعض دفعہ ان صحابہ نے خود بیان کیا کہ یہ آیت ہمارے متعلق نازل ہوئی۔ مثلاً مذکورہ بالا سورۃ آل عمران کی آیت ۲۰۰ کی تفسیر میں نجاشی شاہ حبشہ کا ذکر مختلف رنگوں میں ملتا ہے۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ جب صحابہ حبشہ میں پناہ گزیں تھے تو نجاشی کو کسی دشمن حملہ آور کا مقابلہ کرنا پڑا صحابہ نے نجاشی کو مدد کی پیشکش کی تاکہ اس کے احسان کا بدلہ چکا سکیں مگر نجاشی نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی نصرت سے آنے والی بیماری انسانوں کی مدد سے حاصل ہونے والی دوا سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ اسی معاملہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(مستدرک حاکم از امام حاکم کتاب التفسیر سورۃ آل عمران جلد ۲ ص ۳۰۰ مطبوعہ النصر الحدیثہ ریاض سعودی عرب)

ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ جب شاہ حبشہ نجاشی کی وفات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس کا جنازہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا اس پر بعض منافقوں نے کہا کہ کیا ہم کافر کا جنازہ پڑھیں گے اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر طبری جلد ۴ ص ۱۳۶ از امام ابن جریر طبری دار المعرفۃ بیروت ۱۹۸۳ء)

ابن جریج اور ابن زید کی روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت چالیس اہل نجران کے بارے میں نازل ہوئی جو عیسائیت سے اسلام میں داخل ہوئے تھے ان میں سے ۳۲ سرزمین حبشہ کے تھے اور آٹھ رومی تھے۔

(تفسیر غرائب القرآن برحاشیہ طبری جلد ۴ ص ۱۷۲ از حسن بن محمد بن حسین القمی دار المعرفۃ بیروت ۱۹۸۳ء)

سورۃ آل عمران کی آیت ۱۱۴ اس طرح ہے۔

"لَيْسُوا سَوَاءً مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ
آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ. يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ" ٥ (آل عمران: ۱۱۴، ۱۱۵)

سب لوگ برابر نہیں ہیں۔ اہل کتاب میں سے ایک جماعت ایسی بھی ہے جو اپنے عہد پر قائم ہے وہ رات کے اوقات میں اللہ کی آیتوں کو پڑھتے ہیں اور سجدے بھی کرتے ہیں وہ اللہ پر اور آنے والے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کی ہدایت کرتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہیں اور یہ لوگ نیکوں میں سے ہیں۔

اس آیت کے متعلق ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن سلامؓ ثعلبہؓ بن سعیہ' اسید بن سعیہ' اسد بن عبیدؓ اور بعض دیگر یہود نے اسلام قبول کیا تو یہودیوں نے کہا کہ محمدؐ کی اتباع تو ہمارے شریر لوگ کر رہے ہیں اگر وہ ہمارے بہترین لوگ ہوتے تو اپنے دین کو نہ چھوڑتے اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر قرطبی جلد ۴ ص ۱۷۵ موسومہ الجامع لاحکام القرآن دار الکتب المصریہ ۱۹۶۷ء)

ایک دوسری روایت میں مذکورہ ناموں کے علاوہ عبداللہ بن سلام کے بھائی ثعلبہ بن سلام' سعیہ' بشر' اسید بن کعب اور اسد بن کعب کے نام بھی لئے گئے ہیں۔

(الدر المنثور فی التفسیر الماثور جلد ۲ ص ۶۵ از علامہ جلال الدین سیوطی دار المعرفۃ البیروت)

سورۃ القصص کی آیات ۵۲ تا ۵۶ حسب ذیل ہیں۔

"وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ٥ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ٥ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ

"اور ہم ان کے لئے پے در پے وحی اتارتے رہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں وہ لوگ جن کو ہم نے اس قرآن سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس قرآن پر دل میں ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب وہ قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لاتے ہیں یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق کلام ہے ہم تو اس دن سے پہلے ہی مسلمان تھے۔ ان لوگوں کو ان کا بدلہ ان کے صبر کی وجہ سے دو دفعہ ملے گا اور وہ نیکی سے بدی کا مقابلہ کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے

ان کو دیا ہے اس کو خرچ کرتے ہیں اور یہودیوں میں سے مسلمان ہونے والے جب کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے کافرو ہمارے عمل ہمارے لئے ہیں اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہیں تم پر سلامتی نازل ہو یعنی خدا تمہیں ایمان نصیب کرے ہم جاہلوں سے تعلق رکھنا پسند نہیں کرتے۔

حضرت رفاعۃ القرظیؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیات اہل کتاب میں سے مسلمان ہونے والے دس افراد کے بارہ میں نازل ہوئیں اور میں بھی ان میں سے ایک تھا۔

حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں یہ گفتگو کرتے تھے کہ یہ آیات اہل کتاب میں سے مسلمان ہونے والوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جن میں حضرت سلمان فارسیؓ اور عبداللہؓ بن سلام بھی شامل ہیں۔

(در منثور جلد ۵ ص ۱۳۱ از علامہ جلال الدین سیوطی دار المعرفۃ بیروت)

حضرت عطیہ القرظیؓ بھی اپنے آپ کو ان آیات کا مصداق بتاتے ہیں۔

(طبری جلد ۲۰ ص ۵۶ از امام ابن جریر طبری دار المعرفۃ بیروت ۱۹۸۳ء)

حضرت سعیدؓ ان آیات کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ حبشہ میں حضرت جعفرؓ کی تبلیغ سے نجاشی کے عیسائی ساتھیوں میں سے ۴۰ افراد نے اسلام قبول کیا جن میں ۳۲ حبشہ کے اور ۸ شامی تھے ان میں حضرت بحیرؓ ، حضرت ابرھہؓ ، حضرت اشرفؓ ، حضرت تمامؓ ، حضرت ادریسؓ ، حضرت ایمنؓ ، حضرت نافعؓ ، حضرت نافعؓ اور حضرت تمیمؓ شامل تھے۔

(اسد الغابۃ جلد نمر ا ص ۴۴ از علامہ ابن اثیر مطبع اسلامیہ طہران)

حضرت عامر الشافعی کا نام بھی ان میں شامل کیا گیا ہے۔

(اہل کتاب صحابہ و تابعین ص ۶۸ از حافظ مجیب اللہ ندوی ۱۹۵۱ء معارف پریس اعظم گڑھ)

اولئک یؤتون اجرھم مرتین کی وضاحت احادیث سے بھی ہوتی ہے آنحضرتؐ نے جب قیصر روم کو دعوت اسلام دی تو اس خط میں تحریر فرمایا کہ اگر تو اسلام قبول کرلے گا تو تجھے خدا دوگنا اجر دے گا۔

(صحیح بخاری باب بدء الوحی)

حضورؐ نے فرمایا

"تین قسم کے آدمی ایسے ہیں جن کو دوگنا اجر دیا جائے گا ان میں سے ایک قسم اہل کتاب کا وہ فرد ہے جو پہلے اپنے نبی پر ایمان لایا تھا اور پھر مجھ پر ایمان لایا۔"

(صحیح بخاری کتاب العلم باب تعلیم الرجل امتہ و اھلہ)

شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ

(احقاف : ۱۱)

یعنی بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ یہ گواہی دے چکا ہے کہ اس کی مانند ایک شخص ظاہر ہو گا وہ تو ایمان لے آیا اور تم تکبر سے کام لے رہے ہو۔

اس آیت کا ایک مصداق حضرت میمون بن یامینؓ کو قرار دیا گیا ہے۔

(اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۲۷ از علامہ ابن اثیر مطبع اسلامیہ طہران)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ اپنے آپ کو اس مذکورہ بالا آیت کا بھی نیز سورۃ الرعد آیت ۴۴

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝

تو کہہ دے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان کافی گواہ ہے اور وہ شخص بھی گواہ ہے جس کے پاس اس کتاب کا علم آچکا ہے' کا مصداق قرار دیتے ہیں۔

(ترمذی کتاب التفسیر سورۃ احقاف از امام محمد بن عیسیٰ ترمذی)

سورۃ مائدہ کی آیت ۸۳ تا ۸۶ بھی اہل کتاب میں سے نصاریٰ کی تعریف میں ہے۔

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا
وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ
بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوْا
مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ
الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝
فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ
وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

تو مومنوں سے عداوت رکھنے میں یقیناً یہودیوں کو اور ان لوگوں کو جو مشرک ہیں سب سے زیادہ سخت پائے گا اور تو مومنوں سے محبت کرنے کے لحاظ سے ان میں سے سب سے قریب یقیناً ان لوگوں کو پائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ بات اس وجہ سے ہے کہ ان میں کچھ لوگ عالم اور عابد ہیں اور نیز اس وجہ سے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب وہ اس کلام الٰہی کو سنتے ہیں جو اس رسول پر اتارا گیا ہے تو اے مخاطب تو دیکھتا ہے کہ جس قدر حق انہوں نے پہچان لیا ہے اس کی وجہ سے ان کی آنکھیں آنسوؤں کے زور سے بہہ پڑتی ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب

ہم ایمان لے آئے ہیں پس ہمارا نام بھی گواہوں کے ساتھ لکھ لے۔

اور (کہتے ہیں کہ) ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس سچائی پر جو ہمارے پاس آئی ہے ایمان نہ لائیں حالانکہ ہم خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں میں داخل کرے۔ پس اللہ ان کی اس بات کے بدلہ میں انہیں وہ بہشت عطا فرمائے گا جن کے اندر نہریں بہتی ہوں گی (وہ) ان میں بستے چلے جائیں گے اور یہی نیکوکاروں کا بدلہ ہے۔

روایات میں ہے کہ جب شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفرؓ نے قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کی تو وہ اور اس کے ساتھی اس کلام الٰہی کو سن کر آبدیدہ ہو گئے۔ اور ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ا ص ۲۰۳ مکتب اسلامی بیروت ۱۹۷۸ء)

یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ نجاشی نے اپنی قوم کے ۷۰ چنیدہ افراد کو اپنا نمائندہ بنا کر اسلام قبول کرنے کے لئے رسول کریمؐ کی خدمت میں بھجوایا اور یہ لوگ قسیس اور رہبان تھے ان میں حضرت بحیرا، حضرت ادریس، حضرت اشرف، حضرت ابرہہ، حضرت ثمامہ، حضرت قثم، حضرت درید اور حضرت ایمن شامل تھے۔

(تفسیر قرطبی جلد ۶ ص ۲۵۶ موسومہ الجامع لاحکام القرآن دار الکتب المصریہ ۱۹۶۷ء)

بیہقی نے دلائل میں لکھا ہے

حضرت سلمان فارسی جب اسلام لائے اور رسول اللہ کی خدمت میں اپنے سابقہ حالات عرض کئے اور ان اہل کتاب بزرگوں کا ذکر کیا جنہوں نے ان کو آخری رسول کی بشارت دی تھی تو حضور نے حضرت سلمان فارسی کے سامنے یہ آیات تلاوت کیں اور فرمایا کہ تیرے یہ رہنما درحقیقت نصاریٰ نہیں مسلمان تھے۔

(در منثور جلد ۲ ص ۳۰۴ از علامہ جلال الدین سیوطی دار المعرفۃ بیروت)

سورۃ الشعراء کی آیت ۱۹۸ یہ ہے۔

"وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ"

کیا ان کے لئے یہ نشان کم ہے کہ اس قرآن کو علمائے بنی اسرائیل بھی پہچانتے ہیں ان علماء سے جو لوگ مراد ہیں ان میں مفسرین حضرت ثعلبہ بن قیسؓ کا نام بھی لیتے ہیں۔

(اہل کتاب صحابہ و تابعین ص ۲۰ از حافظ مجیب اللہ ندوی معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۱ء)

اس مضمون میں مختلف آیات کے شان نزول میں جن اہل کتاب صحابہ کے نام بیان کئے گئے ہیں یہاں ان کا یکجائی ذکر مختصر تعارف کے ساتھ مناسب ہوگا۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ۔ یہود کے قبیلہ بنی قینقاع میں سے تھے۔ اسلام میں بلند مقام حاصل کیا۔

۲۔ حضرت نجاشیؓ۔ حبشہ کے عیسائی حکمران تھے۔ قبول اسلام کی توفیق پائی۔ ۹ھ میں ان کی وفات پر حضور نے ان کی

غائبانہ نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

۳۔ حضرت ثعلبہ بن سعیہؓ۔ یہود کے قبیلہ بنو قریظہ میں سے تھے۔ غزوہ بنو قریظہ کے بعد اسلام لائے۔

۴۔ حضرت اسید بن سعیہ۔ یہود کے قبیلہ بنی ہدل میں سے تھے۔ غزوہ قریظہ کے زمانہ میں اسلام لائے۔

۵۔ حضرت اسد بن عبیدؓ۔ بنو قریظہ میں سے تھے۔ غزوہ بنو قریظہ کے بعد اسلام لائے۔

۶۔ حضرت ثعلبہ بن سلامؓ۔ یہود مدینہ میں سے تھے۔ علماء بنی اسرائیل میں شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن سلام کے بھائی تھے۔

۷۔ حضرت سعیہؓ۔ ان کے متعلق کوئی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

۸۔ حضرت بشرؓ۔ ان کے متعلق کوئی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

۹۔ حضرت اسید بن کعبؓ۔ بنو قریظہ میں سے تھے۔ غزوہ قریظہ کے وقت بھائی اسد کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

۱۰۔ حضرت اسد بن کعبؓ۔ بنو قریظہ میں سے تھے۔ غزوہ بنو قریظہ کے وقت اسلام قبول کیا۔ اسید کے بھائی تھے۔

۱۱۔ حضرت رفاعۃ القرظیؓ۔ بنو قریظہ میں سے تھے۔ دین کی خاطر بہت تکالیف اٹھائیں۔

۱۲۔ حضرت سلمان فارسیؓ۔ اصفہان کے رہنے والے تھے۔ حضورؐ نے ان کو اہل بیت میں سے قرار دیا۔

۱۳۔ حضرت عطیہ القرظیؓ۔ بنو قریظہ میں سے تھے۔ غزوہ بنو قریظہ کے بعد اسلام لائے۔

۱۴۔ حضرت بحیراؓ۔ حبشہ کے رہنے والے عیسائی تھے۔ حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ آئے۔ آپ سے ایک حدیث مروی ہے۔

۱۵۔ حضرت ابرہہؓ۔ حبشہ کے رہنے والے عیسائی تھے۔ نجاشی کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

۱۶۔ حضرت اشرفؓ۔ حبشہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ آنے والے وفد میں شامل تھے۔

۱۷۔ حضرت تمامؓ۔ آپ بھی حبشہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت جعفرؓ کے وفد کے ساتھ آئے۔

۱۸۔ حضرت ادریسؓ۔ آپ بھی حبشہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت جعفرؓ کے وفد کے ساتھ آئے۔

۱۹۔ حضرت ایمنؓ۔ آپ بھی حبشہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت جعفرؓ کے وفد کے ساتھ آئے۔

۲۰۔ حضرت نافعؓ۔ حبشہ کے عیسائی تھے۔ حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ آئے۔

۲۱۔ حضرت تمیم داریؓ۔ شام کے عیسائی تھے۔ ۹ھ میں اسلام قبول کیا۔ حضرت عمرؓ نے تراویح میں عورتوں کا امام بنایا۔ آپ نے مسجد نبوی میں پہلی دفعہ تیل کی قندیلیں روشن کیں۔

۲۲۔ حضرت عامر الشافعیؓ۔ حبشہ کے عیسائی تھے۔ حضرت جعفرؓ کے ساتھ مدینہ آئے۔

۲۳۔ حضرت میمون بن یامینؓ۔ بنو قریظہ کے احبار میں سے تھے۔ رسول اللہ کی مدینہ آمد پر اسلام قبول کیا۔

سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محترم محمود مجیب اصغر صاحب
کوٹ ادو
مظفر گڑھ

صبر و استقامت

قرآن عظیم متعدد مقامات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے ایک موقع پر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

"اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔"

(سورۃ الاحزاب : ۷۳)

ہم نے کامل امانت (یعنی شریعت) کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تھا لیکن اس کے اٹھانے سے انہوں نے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے لیکن انسان (کاملؐ) نے اس کو اٹھایا وہ یقیناً بہت ظلم کرنے والا اور عواقب سے لاپرواہ تھا۔

اس میں انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر اور استقامت کی انتہائی تعریف کی گئی ہے کیونکہ ظلوما" **جھولا** سے مراد اپنے نفس کے جذبات اور خواہشات کی مخالفت کرنے والا اور غیر حق سے بکلی غافل اور لاپرواہ کے ہیں دوسرے لفظوں میں یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے والا اور قربانی کرنے والا اور عواقب سے لاپرواہ کہ اپنے مفوضہ ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے زندگی کی سہولتوں اور آراموں سے بالکل لاپرواہ ہو جانے والا کے ہیں۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

"عمل اعظم بندہ کا یہی ہے کہ وفاداری سے ایمان لاتا ہے اور بے انتہا وفاداری کی نیت سے تکالیف مالی و جانی اٹھانے کے لئے ہر وقت مستعد رہتا ہے"۔

(سرمہ چشم آریہ)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

"صبر کے معنی یہ ہیں کہ ان کے اندر مظالم کو برداشت کرنے کی طاقت ہوتی ہے اسی طرح صبر کے ایک معنی استقلال کے بھی ہیں گویا مومنوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ کسی سچائی کو قبول کرتے ہیں تو اس کے بعد انہیں اس بات کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ دشمن انہیں مصائب میں مبتلا کرتا ہے یا ان پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ بڑی ہمت کے ساتھ تمام مشکلات کو برداشت کرتے ہیں اسی طرح نیکیوں پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں یعنی استقلال کا مادہ ان میں پایا جاتا ہے اور وہ دوسروں کو بھی یہی نصیحت کرتے ہیں کہ تمہیں اپنے اندر استقلال اور مصائب کو برداشت کرنے کا مادہ پیدا کرنا چاہیئے"۔

(تفسیر کبیر جلد نہم ص ۵۷۳)

غرض مظالم و مصائب کو شجاعت اور بشاشت قلب اور استقلال کے ساتھ برداشت کرنے اور حالت مرادیابی اور ناکامی میں اپنے کام میں سست نہ ہونا اور مستقل مزاجی سے اپنے کام میں لگے رہنا ہی "صبرو استقامت" کہلاتے ہیں۔ جس کا کامل نمونہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں نظر آتا ہے۔

اس سلسلہ میں آپؐ کی مکی زندگی کے چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

(1)

دعویٰ نبوت کے بعد تین سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کو اپنے ملنے جلنے والوں تک ہی محدود رکھا جس کے نتیجے میں آپؐ کے خاندان کے کچھ لوگ اور آپ کے چند خوش نصیب دوست اور آگے ان کے زیر اثر اور دوست ایمان لے آئے۔ چوتھے سال اللہ تعالیٰ کے حکم سے آنحضرتؐ نے کھلی تبلیغ کا آغاز فرمایا جس کے نتیجے میں چند شرفاء اور غرباء آپؐ پر ایمان لے آئے جو بڑے تھے اور قریش کے سردار تھے وہ تمسخر، آپؐ کا نام بگاڑنے، گالی گلوچ، طعن و تشنیع اور ایذا رسانی پر اتر آئے اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مجرم ٹھہرے۔ قرآن کریم اس بات کی گواہی ان الفاظ میں دیتا ہے۔ فرمایا

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۝ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ۝ وَإِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انقَلَبُوا فَكِهِينَ ۝ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ۝ (المطففین: ۳۰ تا ۳۳)

وہ لوگ جو مجرم ہوئے یقیناً آنحضرتؐ اور آپ کے ساتھیوں سے ہنسی ٹھٹھا کیا کرتے تھے اور جب ان کے پاس سے گذرتے تھے تو ایک دوسرے کو آنکھ سے اشارے کیا کرتے تھے اور جب اپنے گھر والوں کی طرف لوٹتے تھے تو آنحضرتؐ اور مسلمانوں کے خلاف خوب باتیں بناتے ہوئے لوٹتے تھے اور جب بھی انہیں دیکھتے تھے کہتے تھے کہ یہ لوگ تو بالکل گمراہ ہیں۔

دراصل اسلام کے خلاف جب قریش کی مخالفت شروع ہوئی تو پھر دن بدن بڑھتی گئی اور دیکھتے دیکھتے نہایت خطرناک صورت اختیار کر گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو سخت دکھ دیئے گئے چونکہ وہ اس وقت اقلیت میں تھے اس لئے سخت مظالم کا نشانہ بنے ہوئے تھے ان کے خلاف دلآزار طعن و تشنیع اور گندی گالیوں اور الزام تراشیوں سے کام لیا جاتا ان کے مالوں کو غصب کیا جاتا اور انہیں خدائے واحد کی عبادت سے زبردستی روکا جاتا۔

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى (العلق:۱۰-۱۱)

(اے مخاطب تو مجھے اس شخص کی حالت کی خبر دے جو ایک عبادت گذار بندے کو جب وہ نماز میں مشغول ہوتا ہے نماز سے روکتا ہے)

ان کی عورتوں کی بے حرمتی کی جاتی صحابہ کو اپنے آقا سے الگ کرنے کی مذموم کوششیں کی جاتی تھیں بالخصوص جو غلاموں میں سے مسلمان ہوئے تھے ان کے غیر مسلم مالکوں نے انہیں بڑی اذیتیں پہنچائیں حضرت بلالؓ کو تپتی ریت پر لٹا کر اور ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھ کر ان کا مالک اس پر چڑھ کر کودتا اور انہیں ارتداد کے لئے مجبور کرتا مگر ان کے منہ سے احد احد کے الفاظ نکلتے پھر وہ انہیں گلیوں میں گھسیٹا پھرتا حضرت خباب بن الارت کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا جاتا اور اس قسم کے اور دردناک واقعات دوسرے صحابہ کے ساتھ گذرتے۔

قریش کی ایذا رسانیوں کے زبردست سیلاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر کھڑے ہو گئے اور بڑے صبر سے ان مصائب و آلام کو برداشت کیا اور ان حالات میں ثابت قدم رہ کر استقامت کا نمونہ پیش فرمایا نہ کبھی دشمن کے رعب میں آئے اور نہ کبھی مشکلات سے گھبرائے بلکہ پورے توکل کے ساتھ غیر معمولی مخالفتوں اور دشمن کی ایذا رسانیوں کے باوجود اپنے کام میں لگے رہے اور یہی جذبہ آپ نے صحابہ کرام میں پیدا فرمایا۔

ابتلاء کے اس دور میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے حضرت خباب بن الارت اور بعض دوسرے صحابہ حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! مسلمانوں کو قریش کے ہاتھوں سے اتنی تکلیف پہنچ رہی ہے آپؐ ان کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے"!

آپ اٹھ بیٹھے چہرہ مبارک سرخ ہو گیا فرمایا

"دیکھو تم سے پہلے وہ لوگ گذرے ہیں جن کا گوشت لوہے کے کانٹوں سے نوچ نوچ کر ہڈیوں تک صاف کر دیا گیا مگر وہ اپنے دین سے متزلزل نہیں ہوئے اور وہ لوگ گذرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلا کر ان کو دو ٹکڑے کر دیا گیا مگر ان کے قدموں میں لغزش نہیں آئی دیکھو خدا اس کام کو ضرور پورا کرے گا حتی کہ ایک شتر

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

سوار صنعاء (شام) سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا اور اس کو سوائے خدا کے اور کسی کا ڈر نہ ہو گا مگر تم جلدی کرتے ہو"۔

(بخاری بحوالہ سیرت خاتم النبیین جلد اول)

اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ۔ (الانعام : ۳۵)

اور تجھ سے پہلے رسولوں کو بھی یقیناً جھٹلایا جا چکا ہے پھر بھی جو اس کے لئے انہیں جھٹلایا گیا اور انہیں تکلیف دی گئی وہ صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی اور اللہ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں اور تیرے پاس رسولوں کی بعض خبریں یقیناً آ ہی چکی ہیں۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۚ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۚ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (الاحقاف : ۳۶)

پس (اے نبی!) تو بھی (اسی طرح) صبر کر جس طرح پختہ ارادے والے رسول (تجھ سے پہلے) صبر کر چکے ہیں اور ان کے لئے یہ دعا نہ کر کہ ان پر جلدی عذاب آجائے جس دن وہ اپنے موعود عذاب کو دیکھیں گے ان کی حالت ایسی ہو گی کہ گویا وہ اس دنیا میں بہت تھوڑا سا وقت رہے ہیں یہ بات (ان کفار کے لئے) محض ایک نصیحت کے طور پر کہی گئی ہے اور فاسق قوم کے سوا کسی کو ہلاک نہیں کیا جا سکتا۔

(2)

رؤساء قریش میں سے بعض شریف النفس لوگوں نے معاملہ صلح صفائی سے طے کرنے کے لئے وفود کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب کے پاس جا کر پہلے نرمی اور پھر دھمکیاں دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ بند کرنے کے لئے مجبور کیا حضرت ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بمنزلہ باپ کے تھے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھایا لیکن تبلیغ بند کرنا آپؐ کے لئے ممکن نہ تھا آپؐ ہمت و عزم کی مضبوط چٹان ثابت ہوئے آپؐ نے وحدہ لاشریک کی قسم کھا کر کہا کہ اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں اور چاند کو میرے بائیں

لا کر کھڑا کر دیں تب بھی میں خدا تعالیٰ کی توحید کا وعظ کرنے سے باز نہیں رہ سکتا۔

حضرت ابو طالب کے پاس شکایت سے بھی جب قریش مکہ کی خواہش پوری نہ ہوئی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر مظالم میں مزید اضافہ کر دیا۔

قریش حیران تھے کہ آپؐ یہ سب ظلم و تشدد کیوں برداشت کرتے ہیں انسانی ذہن میں ایسی نفس کشی اور جاں بازی کا مقصد مال و دولت اور نام و نمود کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے قریش کا بھی یہی خیال تھا انہوں نے اپنے نمائندوں کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کی خوب صورت ترین لڑکی سے شادی، مال و دولت اور حکومت کی پیش کش کی لیکن آپؐ نے اپنے فرض منصبی کے مقابلے میں ان سب چیزوں کو ٹھکرا دیا اور فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے شرک کو دور کرنے کے لئے مامور کیا ہے جو مصیبت اور تکلیف تم دینا چاہو دے لو میں اس فرض کو پورا کروں گا۔ اس کی طرف اللہ تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے۔

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ۔ (القلم: ۵۲)

کافر قریب تھا کہ جب انہوں نے قرآن تجھ سے سنا تھا تو اپنی غضہ سے بھری ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر تجھے اپنے مقام سے پھسلا دیتے اور وہ کہتے جاتے تھے کہ یہ شخص تو مجنون ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔ (النحل: ۱۲۸)

اور اے رسول تو صبر سے کام لے اور تیرا صبر کرنا اللہ کی مدد سے ہی ہو سکتا ہے اور تو ان لوگوں کی حالت پر غم نہ کھا اور جو تدبیریں وہ کرتے ہیں ان کی وجہ سے تکلیف محسوس نہ کر

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ٥ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ٥ (حٰمٓ السجدہ: ۶-۷)

اور کہتے ہیں جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس کے ماننے سے ہمارے دل پردوں میں ہیں (یعنی وہ ہمارے دلوں پر اثر نہیں کر سکتی) اور ہمارے کانوں میں بہراپن ہے (جس کی وجہ سے ہم تمہاری بات سن ہی نہیں سکتے) اور ہمارے اور تمہارے درمیان ایک پردہ ہے پس تو (اپنے عقیدہ کے مطابق) کام کر ہم (اپنے عقیدہ

کے مطابق) کام کریں گے۔

تو کہدے میں بھی تمہاری طرح کا ایک آدمی ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا صرف ایک خدا ہے پس اس کا خیال کرکے استقلال دکھاؤ اور اس سے استغفار کرتے رہو (کہ پاؤں نہ پھسل جائے) اور (یاد رکھو کہ) مشرکوں کے لئے عذاب مقدر ہے۔

(3)

اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے زیادہ تر غرباء تھے لیکن ۶ نبوی کے آخر میں مکہ کے دو رؤسا حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کی وجہ سے کفار بہت مشتعل ہو گئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور زیادہ دکھ دینا شروع کر دیا۔ حضورؐ کی اجازت سے بعض مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانیہ قتل کرنے کا فیصلہ کیا آنحضرتؐ کے خاندان کے لوگ حضورؐ اور صحابہؓ کو لے کر ابو طالب کی ایک گھاٹی میں پناہ گزیں ہو گئے یہ دیکھ کر قریش نے ان سب کا سوشل بائیکاٹ کر دیا تاکہ تنگ آکر آنحضرتؐ کو دشمن کے حوالے کر دیا جائے لیکن ان سب نے تکلیف اور ابتلاء کے یہ دن بڑے صبر اور ہمت سے بسر کئے شعب ابی طالب میں قیام کے دوران آنحضرتؐ حضرت یوسفؑ کی طرح نہ صرف اس قید خانہ کے ساتھیوں کو تبلیغ فرماتے بلکہ جب موقع ملتا گھاٹی سے باہر نکل کر لوگوں کو تبلیغ فرماتے بالخصوص حج کے ایام میں جب کہ عرب کے مسلمہ دستور کے مطابق کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا۔

شعب ابی طالب کا دور اڑھائی تین سال تک ممتد رہا شعب ابی طالب سے رہائی کے جلد بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب اور نہایت ہی غمخوار بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یکے بعد دیگرے وفات ہو گئی اور آنحضورؐ کے خاندان نے بھی آپؐ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کفار مکہ اور دلیر ہو گئے اور آنحضرتؐ کا اپنے گھر سے باہر نکلنا تک مشکل ہو گیا اب مکہ میں آنحضرتؐ کی بات سننے کے لئے کوئی شخص تیار نہ تھا اس دوران عالم غیب سے آنحضرتؐ کو اطلاع دی گئی کہ آپؐ کی کامیابی کا راز ہجرت میں مضمر ہے آپؐ کو عالم کشف میں کنوؤں اور کھجوروں کے باغات والی جگہ بھی دکھائی گئی جہاں آپؐ کو ہجرت کرکے جانا تھا آپؐ کا خیال طائف، ہجر اور یمامہ کی طرف گیا آپ اکیلے نہایت شجاعانہ رنگ میں طائف کی طرف روانہ ہوئے لیکن جس ظلم کی ابتداء وادی مکہ میں ہوئی تھی اس کی انتہا وادی طائف میں ہوئی چنانچہ سخت اذیت اٹھا کر اور لہولہان ہو کر تین میل تک دکھ اٹھاتے ہوئے آپ طائف سے باہر نکال دیئے گئے لیکن آپ نے یہ دکھ بڑے ہی صبر سے برداشت کیا اور اس حالت میں بھی آپ کے منہ سے سوائے دعا کے اور کچھ نہ نکلا اس حالت میں آپ نے اپنے رب سے ان الفاظ میں مناجات کی۔

"اے میرے رب! میں اپنے ضعف قوت اور قلت تدبیر اور لوگوں کے مقابلہ میں اپنی بے بسی کی شکایت تیرے ہی پاس کرتا ہوں۔
اے میرے خدا! تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اور کمزوروں اور بے کسوں کا تو ہی نگہبان و محافظ ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔
میں تیرے ہی منہ کی روشنی میں پناہ کا خواستگار ہوں کیونکہ تو ہی ہے جو ظلمتوں کو دور کرتا اور انسان کو دنیا و آخرت کے حسنات کا وارث بناتا ہے"۔

(سیرت خاتم النبیین جلد اول)

حضرت مسیح موعود نے اس مناجات کو ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے
"اے میرے رب! میں اپنی کمزوری کی تیری جناب میں شکایت کرتا ہوں اور اپنی بے چارگی کا تیرے آستانہ پر گلہ گزار ہوں میری ذلت تیری نظر سے پوشیدہ نہیں جس قدر چاہے سختی کر کہ میں راضی ہوں جب تک تو راضی ہو جائے مجھ میں بجز تیرے کچھ قوت نہیں"۔

(حقانی تقریر بروفات بشیر اول ص ۱۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے میدان میں بھی سخت تکلیف پہنچی لیکن آپؐ نے اپنی بیوی حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔
عائشہ! تیری قوم کی طرف سے مجھے بڑی بڑی سخت گھڑیاں دیکھنی پڑی ہیں"۔
پھر آپ نے سفر طائف کے حالات سنائے اور فرمایا اس سفر سے واپسی پر میرے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ "مجھے خدا نے آپؐ کے پاس بھیجا ہے تا اگر ارشاد ہو تو میں یہ پہلو کے دونوں پہاڑ ان لوگوں پر پیوست کر دوں"۔ آپ نے فرمایا "نہیں نہیں مجھے امید ہے انہی لوگوں میں سے وہ لوگ پیدا ہوں گے جو خدائے واحد کی پرستش کریں گے"۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یوں بیان فرماتا ہے۔

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ

(حٰمٓ السجدہ ۳۶:۵)

اور (باوجود ظلموں کے سہنے کے) اس (قسم کے سلوک) کی توفیق صرف انہی کو ملتی ہے جو بڑے صبر و استقامت سے کام لینے والے ہیں اور یا پھر ان کو ملتی ہے جن کو (خدا کی طرف سے نیکی کا) ایک بہت بڑا حصہ ملا ہو۔

(4)

یہ صبر و استقامت کا ہی نتیجہ تھا کہ اس کے تھوڑے عرصے بعد یثرب کے لوگ مسلمان ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر یثرب تشریف لے گئے اور یثرب "مدینتہ الرسول" کے نام سے ملقب ہوا جہاں سے حضورؐ کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا اور آٹھ سال بعد فاتحانہ شان کے ساتھ دس ہزار صحابہ کے ساتھ آپ واپس مکہ میں داخل ہوئے اور دیکھتے دیکھتے سارا عرب مسلمان ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"ایک زمانہ تک ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار نابکار سے کیا کچھ اپنے نام سنے اور ان پر اس قدر بے جا تہمتیں افتراء وغیرہ کی لگائی گئیں لیکن چونکہ وہ سچے تھے اور خدا ان کے ساتھ تھا اس لئے آخر کار مخفی نہ رہ سکے اور آسمان نے بڑی قوت کے ساتھ ان نوروں کے ظاہر کرنے کے لئے جوش مارا تو تب سب مکذب ایسے نابود ہوئے اور لپیٹے گئے جیسے کوئی کاغذ کا تختہ لپیٹ دیوے"۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۹۷)

پھر آپ نے فرمایا

"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مسکینی اور غریبی اور یتیمی اور تنہائی اور بے کسی کی حالت میں مبعوث کر کے اور پھر ایک نہایت قلیل عرصہ میں جو تیس برس سے بھی کم تھا ایک عالم پر فتح یاب کیا اور شہنشاہ قسطنطنیہ و بادشاہان دیار شام و مصر و ممالک مابین دجلہ و فرات وغیرہ پر غلبہ بخشا اور اس تھوڑے ہی عرصہ میں فتوحات کو جزیرہ نما عرب سے لے کر دریائے جیحون تک پھیلایا اور ان ممالک کے اسلام قبول کرنے کی بطور پیشگوئی قرآن شریف میں خبر دی اس حالت بے سامانی اور پھر ایسی عجیب و غریب فتحوں پر نظر ڈال کر بڑے بڑے دانشمند اور فاضل انگریزوں نے بھی شہادت دی کہ جس جلدی سے اسلامی سلطنت اور اسلام دنیا میں پھیلا ہے اس کی نظیر صفحہ تواریخ دنیا میں کسی جگہ نہیں پائی جاتی"۔

(سرمہ چشم آریہ)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

❀ ❀ ❀

مبلغِ اعظم ﷺ

محترمہ قانتہ شاہدہ صاحبہ اہلیہ محترم عطاء المجیب صاحب راشد لندن

دن ہر روز طلوع ہوتا ہے لیکن ہر دن ایک جیسا نہیں ہوتا۔ کچھ دن ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی عظمت اور شان کبھی ماند نہیں پڑتی۔ آج سے چودہ سو برس پہلے بھی ایک ایسا دن گزرا ہے جس کی حسین یاد اور عظمت آج بھی ذہن انسانی میں ایک منور ستارہ کی طرح جگمگاتی ہے یہ وہ مبارک دن تھا۔ جس دن ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم تجلی ظاہر ہوئی۔ اور آپ کو خالق کائنات نے ساری دنیا کے لئے ہادی اور راہنما کے طور پر مقرر فرمایا۔ جبریل امین نے دیکھا کہ غار حرا کی تنہائی اور سکوت میں ایک فانی فی اللہ وجود، دنیا و مافیہا سے کلیتہ بے نیاز، اپنا سرِ نیاز خالق کائنات کے حضور جھکائے یاد الٰہی میں محو ہے۔ یہی وہ وجود تھا جو کائنات کی تخلیق کا باعث تھا جسے خدائے ذوالعرش نے فرمایا۔ کہ :-

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ

کہ اگر آپ کی تخلیق مقصود نہ ہوتی تو دنیا کو خلعت وجود سے ہی نوازا نہ جاتا۔ خدا تعالیٰ نے اسی گوہر مقصود کو فرمایا کہ تو کل جہاں کا ہادی مقرر کیا جاتا ہے۔ اب تو اس پیغام کی کل دنیا میں اشاعت کا ذمہ دار ہے۔ یہ وہ عظیم دن تھا جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فریضہ تبلیغ کیا گیا۔ فرمان خداوندی کے الفاظ تھے۔

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ

مبلغ اعظم سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کردار آپ کی زندگی کے ہر شعبہ میں ہویدا ہے۔ جذبہ تبلیغ کے پہلو پر غور کیا جائے تو اسوہ نبوی کے ہزاروں پہلو نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔ سب سے پہلی اہم اور قابل ذکر بات تو آپ کا وہ احساس ذمہ داری ہے جو آپ کے خلوص اور وفا کی صفات کا علمبردار ہے۔ غار حرا کی تنہائیوں میں فرمان خداوندی "اقرأ" کا سننا تھا کہ آپ پر احساس ذمہ داری کی وجہ سے ایک کپکپی طاری ہوگئی۔ اپنی کمزوری اور ناتوانی کا خیال کر کے آپ لرزہ براندام ہوگئے۔ اسی حالت میں گھر آئے تو آپ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجہؓ نے آپ کو تسلی دی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ذکر کیا۔ اس سے آپ کو قدرے سکون ہوا۔ لیکن ذمہ داری کا یہ احساس کبھی ایک لحہ کے لئے بھی آپ سے جدا نہیں ہوا۔ چنانچہ آپ کی زندگی کا لحہ لحہ اس بات پر گواہ ہے کہ تبلیغ کی جو ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی وہ آپ نے ہر موقع پر، ہر قیمت پر اور ہر حالت میں سرانجام دی۔ نہ

کوئی مصیبت اور مشکل آپ کا راستہ روک سکی۔ اور نہ کوئی لالچ اور طمع آپ کے راستہ میں حائل ہو سکی۔ نہ آپ نے کبھی اپنے آرام کا خیال کیا اور نہ کبھی اپنی عزت و وجاہت کی پرواہ کی۔ بس ایک ہی دھن تھی اور ایک ہی لگن کہ کسی طرح دنیا کے ایک ایک فرد کو یہ حیات بخش پیغام پہنچا دیا جائے۔ کہ اس کائنات کا ایک خدا ہے۔ وہی عبادت کے لائق ہے۔ وہی ہمارا خالق حقیقی اور معبود ازلی ہے۔ تبلیغ کا یہ جذبہ روز اول سے آپ کے دل میں ایسا جاگزین ہوا کہ پھر آخری سانس تک زندگی کے ہر موڑ پر آپ کی حیات طیبہ میں جلوہ افروز رہا۔

سیرت نبوی کے اس ایک پہلو کو بیان کرنے کے مختلف انداز ہو سکتے ہیں۔ اس مضمون میں اس پہلو کو کسی حد تک اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جذبہ تبلیغ کو آپ کی عظیم الشان قربانیوں کے آئینہ میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ قربانی اپنی ذات میں انسانی کردار کو ایک حسن عطا کرتی ہے۔ لیکن جب یہ قربانی ایک اور بلند مقصد کی خاطر ہو تو اس کی عظمت بلند تر ہو کر ہمدوش ثریا ہو جاتی ہے۔ کچھ یہی کیفیت ہمیں سرور کائنات کی ان قربانیوں میں نظر آتی ہے جو آپ نے اپنی زندگی کے بلند ترین مقصد یعنی اشاعت اسلام کی خاطر پیش فرمائیں۔

تفصیل کی تو شاید گنجائش نہیں لیکن مختصر اشاروں میں کچھ ذکر ہو سکتا ہے۔ میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دل میں جذبہ تبلیغ اس طرح کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ یہ آپ کی زندگی کا مقصد اور اوڑھنا بچھونا بن گیا تھا۔ قلبی کیفیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خدائے علیم و خبیر جو انسانوں کے دلوں کی حالت کو جانتا ہے۔ فرماتا ہے کہ۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ

اے ہمارے حبیب! تیری کیفیت تو یہ ہے کہ تو ان لوگوں کی ہدایت میں اتنا غم کرنے والا ہے اتنی کوشش کرنے والا ہے کہ گویا اپنی زندگی اسی راہ میں فدا کر دینا چاہتا ہے۔ خدائے علیم و خبیر کا یہ اعلان آپ کے جذبہ تبلیغ کا وہ ثبوت ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں ہو سکتا۔

حق یہ ہے کہ آپ نے تبلیغ کی خاطر اپنے آرام کو قربان کیا۔ اپنے وقت کی قربانی دی۔ اور تبلیغ کے مواقع تلاش کر کے اس فریضہ کو ادا کیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ آپ حج کے موقعہ پر آنے والے وفود کے پاس چلچلاتی دھوپ میں جایا کرتے تھے۔ ایک ایک خیمہ کے پاس جا کر خدا کا پیغام پہنچاتے۔ دن رات یہ مقدس جہاد جاری رہتا۔ کوئی سنتا کوئی نہ سنتا۔ بعض برا بھلا کہنے والے بھی تھے۔ لیکن آپ نے ہمیشہ اس جہاد کو جاری رکھا۔ اسی مسلسل کوشش کا پھل بھی خدا نے آپ کو عطا فرمایا۔ بیعت عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ اسی جہاد کے ثمرات تھے۔

یہی جذبہ تبلیغ تھا جو آپ کو کشاں کشاں طائف کے علاقہ میں لے گیا جہاں اوباش لڑکوں نے پتھروں کی بارش

سے جسم مبارک کو لہولہان کر دیا۔ آپ پر آوازے کسے گئے لیکن ہادی کامل نے تبلیغ کی خاطر یہ سب کچھ برداشت کیا۔ پھر مکہ کی بستی میں آپ کے ساتھ جو کچھ ہوتا تھا۔ وہ کس پر عیاں نہیں یہی وہ بستی ہے جس کی گلیوں میں آپ کے سر مبارک پر خاک ڈالی جاتی تھی۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے جاتے تھے۔ اور آپ کا جرم اور آپ کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ کہ آپ ان لوگوں تک دن رات وہ پیغام پہنچاتے تھے۔ جس کے لئے آپ مامور کئے گئے تھے۔ اس فریضہ کی خاطر آپ نے یہ سب کچھ برداشت کیا۔ آپ نے اپنی مقدس عزت کو خطرہ میں ڈالا۔ اپنا وقت اور آرام قربان کیا۔ ہر دکھ اور تکلیف برداشت کی لیکن تبلیغ کے جہاد کو ہر قیمت پر اور ہر حالت میں جاری رکھا۔ آپ کو مکہ کی بستی میں گزارے ہوئے وہ دن بھی یاد تھے۔ جب بستی کے لوگ آپ کو صادق اور امین کہا کرتے تھے آپ کو صدوق کے لقب سے پکارتے تھے۔ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھوایا کرتے تھے کیونکہ ان کی نظروں میں آپ سے زیادہ صادق اور امانت دار کوئی اور وجود نہ تھا۔ بستی کا ہر فرد آپ کی عزت کرتا تھا۔ اور ہر جگہ آپ کی تعریف ہوتی تھی۔ لیکن جونہی آپ نے تبلیغ اسلام کا علم اپنے ہاتھ میں لیا۔ دنیا کا انداز یکلخت بدل گیا۔ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ ماضی کا محبوب شخص اب ان کی آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹکنے لگا کل کے دوست آج آپ کے دشمن بن گئے آپ کی راہ میں آنکھیں بچھانے والے آپ کی جان کے دشمن بن گئے صرف اس وجہ سے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاتھ میں تبلیغ کا علم تھا۔ جسے آپ کسی قیمت پر چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے۔

تبلیغ کے سلسلہ میں عزم محمدی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وہ کیا شاندار مثال ہے کہ جب آپ کے دشمنوں نے اکٹھے ہو کر آپ کے چچا سے رابطہ کیا جو دنیاوی طریق کے مطابق آپ کے کفیل اور محافظ تھے۔ ان کا مطالبہ تھا کہ تبلیغ بند کی جائے۔ مطالبہ کو اور زیادہ قابل قبول بنانے کے لئے انہوں نے وہ ساری باتیں اکٹھی کر دیں۔ جو ایک دنیاوی انسان کو قائل اور مائل کرنے کے لئے موثر ہو سکتی ہیں وہ سارے لالچ بیان کئے جو ایک برق رفتار مجاہد کے تیز رو قدموں کو روکنے کے لئے کافی ہو سکتے ہیں۔ لیکن میرے آقا رسول عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے آہنی عزم پر ذرا بھی آنچ نہ آئی۔ انہوں نے جاہ و حشمت، مال و ثروت اور حسن و جمال کا لالچ دیا۔ کوئی دنیا کا بندہ ہوتا تو یقیناً ان لالچوں پر مرمٹتا لیکن یہاں تو خالق کائنات کا وہ بندہ تھا جو تبلیغ کی راہ میں اپنا سب کچھ نثار کرنے کی قسم کھائے ہوئے تھا۔ چچا کی باتیں سن کر ایک آہنی عزم کے ساتھ فرمایا کہ میرے چچا! تم اپنی حفاظت کی امان واپس لینا چاہتے ہو تو لے لو۔ میرا خدا میرا محافظ ہے۔ ہاں جہاں تک ان کی ان باتوں کا تعلق ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لا کر رکھ دیں جو عملاً ان کے لئے ناممکن ہے اور اس سے زیادہ مشکل بات اور بلند تر انعام و اکرام تصور نہیں کیا جا سکتا تو پھر بھی خدا کی قسم! میں تبلیغ کے اس جہاد سے رک نہیں سکتا۔

لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِيْنِي وَالْقَمَرَ فِي يَسَارِي عَلَى أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ أَوْ أُهْلِكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ

یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں اس راہ میں ہلاک کر دیا جاؤں لیکن میں جیتے جی تبلیغ کے جہاد سے رک نہیں سکتا۔ تبلیغ اسلام کے لئے ہمارے آقاو مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر طریقہ استعمال فرمایا۔ زبانی بھی یہ سلسلہ جاری رکھا اور تحریری بھی۔ زمانہ کے حکمرانوں کو خدائے واحد کی طرف بلایا۔ انفرادی بھی اور اجتماعی بھی۔ اپنے وطن میں بھی اور باہر بھی تبلیغ کی خاطر قربانی پر قربانی دیتے گئے۔ اپنے عزیز و اقارب کے دکھ دیکھے۔ ان کو اپنی آبدیدہ آنکھوں کے سامنے تڑپتے دیکھا۔

خود دکھ اٹھائے حتیٰ کہ وہ وقت بھی آیا کہ اپنی محبوب ترین بستی کو بڑے بوجھل دل کے ساتھ الوداع کہا اور یہ قربانی بھی محض تبلیغ اسلام کی خاطر دی۔

بالآخر آپ کی زندگی میں وہ وقت قریب آنے لگا کہ اب آفتاب نبوت دنیا کی نظروں سے اوجھل ہونے والا تھا۔ حجۃ الوداع کا موقع آیا۔ نظروں کے سامنے ایک اشارہ پر جانیں قربان کرنے والوں کا جم غفیر تھا۔ کس قدر ایمان افروز نظارہ تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے سچے وعدوں کو پورا کر دکھایا تھا۔ اس موقع پر بھی ہادی کامل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی کا اصل مقصد پوری طرح یاد تھا۔ وہ الفاظ اس وقت بھی آپ کے کانوں میں گونج رہے تھے کہ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ ہاں وہی الفاظ جن پر عمل پیرا ہوتے ہوئے آپ نے زندگی کا ایک ایک لمحہ گزار دیا تھا۔ لیکن احساس ذمہ داری اس قدر شدید تھا کہ اس موقع پر آپ نے اپنے جانثار خدام کو ایک بار پھر اسلام کے پیغام کی تفصیلات سے آگاہ کیا اور پھر ان سے پوچھا کہ

هَلْ بَلَّغْتُ

کہ کیا میں نے وہ پیغام تم کو پہنچا دیا ہے۔ جو مجھے دیا گیا تھا۔ صحابہؓ نے آبدیدہ ہو کر کہا کہ ہماری جان آپ پر قربان! ہمارے آقا آپ نے خوب پہنچا دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں اس وادی کو اور اس کے دشت وجبل کو اس شہادت پر گواہ بناتا ہوں۔ اے اللہ تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا اور اس امانت کا حق ادا کر دیا۔

یہ ہے میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شاندار جذبہ تبلیغ اور یہ ہے وہ اسوۂ نبوی جو آج بھی ہمیں دعوت عمل دے رہا ہے۔ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کی طرف بلا رہا ہے۔ ہمیں حقیقت میں داعی الی اللہ بننے کا پیغام دے رہا ہے۔ ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز دن رات ہمیں اسی جہاد کی طرف دعوت دے رہے ہیں آپ کی پردرد آواز سنیں آپ فرماتے ہیں :-

"(دعوت الی اللہ) کی جو جوت میرے مولیٰ نے میرے دل میں جگائی ہے۔ اور آج ہزارہا احمدی سینوں میں

یہ لو جل رہی ہے۔ اس کو بجھنے نہیں دینا اس کو بجھنے نہیں دینا تمہیں خدائے واحد و یگانہ کی قسم اس کو بجھنے نہیں دینا۔ اس مقدس امانت کی حفاظت کرو۔

میں خدائے ذوالجلال والاکرام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس شمع نور کے امین بنے رہو گے تو خدا اسے کبھی بجھنے نہیں دے گا۔ یہ لو بلند تر ہوگی اور پھیلے گی۔ اور تمام تاریکیوں کو اجالوں میں بدل دے گی"۔

تصحیح

انصار اللہ ماہ اگست ۱۹۹۲ء کے ص ۸ پر تیسرے فارسی شعر کا ترجمہ یوں ہے۔

"ایک گمراہ اور ناپاک قوم ایسی بھی ہے جو ان پاک لوگوں کا انکار کرتی ہے"۔

(ادارہ)

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

ستمبر ۱۹۹۲ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

پبلشر :- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر :- قاضی منیر احمد

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس شمارہ میں

جلد نمبر ۳۳
شمارہ نمبر ۹

شرح چندہ

پاکستان	تیس روپے
قیمت فی پرچہ	تین روپے

اجتماع

مجلس انصار اللہ جرمنی کی مختصر رپورٹ

بارھواں ۱۲ سالانہ

مرسلہ :۔ محترم عبدالغفور صاحب بھٹی صدر مجلس انصار اللہ جرمنی

خدا تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ مجلس انصار اللہ جرمنی کا مورخہ ۲۷، ۲۸ جون ۱۹۹۲ء کو سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ پروگرام کے مطابق مورخہ ۲۷ جون کی صبح تقریباً سوا نو بجے ناصر باغ گروس گیراؤ کی پر کیف فضاء میں رسم پرچم کشائی ادا کی گئی۔ جس میں حکومت جرمنی کا علم مکرمی عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت جرمنی نے 'لوائے احمدیت مکرمی مولانا عبدالحکیم اکمل صاحب (مبلغ ہالینڈ) مہمان خصوصی نے اور مجلس انصار اللہ کا پرچم خاکسار صدر مجلس نے لہرایا فضاء نعرہ ہائے تکبیر اور بنڈس ری پبلک جرمنی۔ مجلس انصار اللہ کے نعروں سے گونج اٹھی اور اجتماعی دعا کے ساتھ انصار حضرات پنڈال میں تشریف لے گئے جہاں مہمان خصوصی کی زیر صدارت قرآن پاک کی تلاوت اور عہد کے ساتھ بارھویں سالانہ اجتماع کا افتتاح ہوا حضرت خلیفتہ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کا زندگی بخش اور محبتوں بھرا پیغام پڑھ کر سنایا گیا پہلے اور دوسرے اجلاسات میں مکرم ہدایت اللہ ہیوبش صاحب اور مربیان سلسلہ عالیہ احمدیہ جرمنی مکرم ڈاکٹر عبدالغفار صاحب مکرم ڈاکٹر محمد جلال شمس صاحب مکرم عبدالباسط طارق صاحب اور مکرم مسعود احمد جہلمی صاحب اور خاکسار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تبلیغ' اولین مربیان سلسلہ عالیہ احمدیہ کا طریق دعوت الی اللہ' یورپ میں طریق دعوت الی اللہ' سیدنا خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے مختلف خطبات میں سے دعوت الی اللہ سے متعلق حضور پر نور ہی کی آواز میں نہایت قیمتی اقتباسات (ایک کیسٹ کی صورت میں) اور "الکاسب حبیب اللہ" کے موضوعات پر تقاریر کیں جو حاضرین نے نہایت دل جمعی اور انہماک کے ساتھ سنیں موقع کی مناسبت سے مقام اجتماع کی فضاء بار بار نعروں سے گونجتی رہی اور درود اور حمد سے معطر ہوتی رہی آج کی ضرورت کے تحت مطبوعہ پروگرام میں بعض دلچسپ باتوں کا اضافہ ہوا۔ مثلاً محترم عبدالعزیز ڈوگر صاحب انچارج تعمیر ناصر باغ نے حضرت فضل عمر بانی مجلس انصار اللہ کا ایک ایمان افروز واقعہ سنا کر وقار عمل کی تحریک کی محترم مولانا مسعود احمد جہلمی صاحب نے احمدیوں کے مسائل سے متعلق اہم اور مفید معلومات اور ہدایات دیں۔ محترم قمر اجنالوی کی نظم "لوگو مسیحا آگیا" جو انہوں نے اجتماع کے لئے ہی کہی تھی پڑھ کر سنائی گئی دوستوں میں حضرت مسیح موعود اور آپ کی مبشر اولاد کے منظوم کلام کو یاد کرنے اور اس کو استقلال دینے کے لئے اور سامان ضیافت طبع کے لئے اس مرتبہ بیت بازی کی ایک نئی آئٹم کا اضافہ کیا گیا جس نے شرکاء اجلاس کی دلچسپی اور انبساط

کو عروج پر پہنچا دیا اور باوجودیکہ مطبوعہ پروگرام سے کہیں زیادہ وقت صرف ہوا پھر بھی اکتاہٹ کی بجائے بفضلہ تعالیٰ ذوق و شوق کو بڑھانے والی محبتوں اور مسکراہٹوں بھری یادگار فضاء قائم رہی۔ الحمدللہ

ازاں بعد مشاورت کا اجلاس ہوا جو تقریباً پونے بارہ بجے رات تک جاری رہا۔ ۲۸ جون کے دن کا آغاز نماز تہجد کے بعد نماز فجر اور درس قرآن کریم اور سیر کے ساتھ ہوا اس کے بعد ہمارے روایتی اور دلچسپ اور پرجوش ورزشی مقابلہ جات نے تو ربوہ کی یاد تازہ کردی۔ حضور کے ولولہ انگیز پیغام سے امسال تو ۶۰ سال کی عمر سے لیکر ۷۲ سال کی عمر تک کے "جوانوں کے جوانوں" نے اپنی الگ ٹیمیں بنا کر کلائی پکڑنے کلائی گرانے اور رسہ کشی کے مقابلے کئے۔ ویسے حسب معمول باقی انصار نے کلائی، فٹ بال، والی بال، دوڑ، گولہ پھینکنا اور رسہ کشی کے میچ کھیلے ناصر باغ کی فضاء بار بار فلک بوس نعروں سے گونجتی رہی اور کھلاڑیوں کے جذبہ مسابقت اور جوش کو بڑھاتی رہی اول اور دوم آنے والے کھلاڑیوں اور ٹیموں کے علاوہ حوصلہ افزائی اور سالانہ حسن کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والی مجالس اور افراد کو محترم مہمان خصوصی نے انعامات اور سندات خوشنودی تقسیم فرمائیں حاضرین بلند آواز سے **بارک اللہ لکم** اور انعام پانے والے **جزاکم اللہ** کہتے رہے امسال انعامات میں اس طرح بھی اضافہ کیا گیا کہ حسن کارکردگی کی بناء پر ملک بھر میں اول آنے والی مجلس کے لئے علم انعامی اور دوم آنے والی مجلس کے لئے شیلڈ کا اعلان کیا گیا جو انشاء اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ (بشرط فرصت و منظوری) جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر اپنے دست مبارک سے عنایت فرمائیں گے۔ اس دوران ایک دلچسپ مقابلہ انصاراللہ کی نیشنل ٹیم اور مجلس خدام الاحمدیہ کی ٹیم کے دوران ہوا یہ مقابلہ جس حوصلہ جس ہمت اور جس استقلال کے ساتھ انصاراللہ نے کیا دیکھنے اور یاد رکھنے کے لائق تھا۔ اس موقعہ پر مجلس خدام الاحمدیہ جرمنی نے خود انعام نہیں لیا اور اپنی طرف سے دوم آنے والی ٹیم کے لئے تمغات تحفۃً پیش کر دیئے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے حاضری کے لحاظ سے بھی یہ اجتماع کامیاب رہا شعبہ استقبال کی رپورٹ کے مطابق ۱۰۷ میں سے ۸۷ مجالس کے ۴۴۰ انصار (بشمول ۹۰ نمائندگان مشاورت) ۸۰ زائرین اور ۲۰ اطفال شریک ہوئے دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ ایک ضعیف جو غالباً بیمار بھی تھے کو دیکھا گیا کہ وہ وقفہ وقفہ سے پنڈال سے باہر جاتے اور کچھ دیر کے لئے لیٹ کر آرام کرتے اور پھر واپس پنڈال میں آجاتے خدام و اطفال نے ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی شعبہ خوراک و آب رسانی میں اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے دن رات کام کیا اللہ تعالیٰ انہیں دینی و دنیوی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ شرکاء اجلاس ناظمین و معاونین معزز مدعوین (نیشنل عاملہ جماعت و نیشنل عاملہ خدام الاحمدیہ) علماء حضرات اور مہمان خصوصی کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اجتماعی دعا کے ساتھ یہ اجتماع محض بفضلہ تعالیٰ بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

کتاب ”مسیح ہندوستان میں“ کے متعلق ایک سوال کا جواب

(محترم شیخ عبد القادر صاحب۔ لاہور)

تورات میں آنے والے مسیحا کے لئے ایک پیشگوئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

”یہودا سے سلطنت نہیں چھوٹے گی اور نہ اس کی نسل سے۔ حکومت کا عصا موقوف ہو گا جب تک شیلوہ نہ آئے اور قومیں اس کے پاس اکٹھی ہو نگی (یا اس کے مطیع ہوں گی)

(پیدائش ۱۰/۴۹)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی کتاب ”ایام الصلح“ میں تحریر فرمایا ہے کہ تورات میں مسیح کے آنے کا یہ نشان لکھا تھا کہ اس وقت یہودیوں کی سلطنت جاتی رہے گی ان کا عصائے حکومت نہیں ٹوٹے گا جب تک ان کا مسیح موعود یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ آوے اور جب وہ آجائے گا وہ عصا ٹوٹے گا اور دنیا میں ان کی سلطنت باقی نہیں رہے گی“

(ص ۵۲)

اور کتاب ”مسیح ہندوستان میں“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آسف اور شیلو مترادف ہیں فرمایا :۔

”ایک طرف تو حضرت مسیح بوجہ اپنے اس نام (شیلو) کے جو پیدائش باب ۳ آیت ۱۰ سے سمجھا جاتا ہے (اصل حوالہ پیدائش ۱۰ / ۴۹ میں ہے۔ ناقل) یعنی آسف جس کا ترجمہ ہے جماعت کو اکٹھا کرنے والا۔ یہ ضروری تھا کہ اس ملک کی طرف آتے جس میں یہودی آکر آباد ہوئے تھے“ (ص ۸۱)

اس حوالے سے متعلق ایک اہم سوال ان الفاظ میں پیدا ہوتا ہے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی کتاب ”ایام الصلح“ میں تحریر فرمایا ہے کہ تورات میں پیشگوئی ہے کہ یہود کی حکوت سیلا۔ یا شیلو کی بعثت تک ہے اس کے آنے پر ختم ہو جائے گی۔ شیلوہ آنے والے مسیحا کو کہا گیا اور کتاب ”مسیح ہندوستان میں“ میں اشارہ ہے کہ شیلوہ اور آسف مترادف ہیں آسف کے معنی منتشرامت کو اکٹھا کرنے والے کے ہیں۔ ”مسیح ہندوسان میں“ (ص ۸۱) پر حوالہ غلطی سے پیدائش ۱۰ / ۳ درج ہو گیا۔ ”ایام الصلح“ میں صحیح حوالہ درج ہے یعنی پیدائش ۱۰/۴۹ اس سے قطع نظر اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ شیلوہ سے مراد آنے والا مسیح ہے پھر اس امر کا کیا ثبوت ہے کہ شیلوہ اور آسف مترادف ہیں جبکہ علماء بائبل شیلوہ کے بالکل مختلف معنی کرتے ہیں۔

اس اہم سوال کے جواب میں گذارش ہے کہ شیلوہ سے مراد یہود و نصاریٰ‘ دونوں مسیحا مراد لیتے ہیں اور ساتھ وہ یہ

کہتے ہیں کہ اس لفظ کا صحیح متن اور معنی نامعلوم ہیں کیونکہ عبرانی کی رو سے کوئی معین تلفظ اور معنی نہیں ہو سکتے۔ یہود کی کتاب ترگوم میں پیدائش ۴۹/۱۰ میں شیلوہ کی بجائے مسیح ہے۔ یعنی جب مسیح آئے گا تو یہود ا کی حکومت ختم ہو چکی ہو گی اور نصاریٰ کی تفاسیر میں ہے کہ شیلوہ سے مراد مسیح ناصری ہے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ سیلا یا شیلوہ' آسف کے مترادف ہے یہ عجیب بات ہے کہ عبرانی لغت میں شلہ کے معنی ہیں۔ آرام یافتہ ہونا' کھینچ نکالنا اور آسف کے معنی ہیں کھینچ نکالنا اور اکٹھا کرنا۔ اس آسان اور قریب الفہم معنوی مطابقت کو نظرانداز کر کے علماء سمجھتے ہیں کہ یہ نام مرکب ہے "شے۔لوہ" سے اور معنی ہیں غنیمت کا وہ مالک ہے۔ دوسرے علماء اس سے مختلف معنی مراد لیتے ہیں اور اس نام کو مفرد سمجھتے ہیں۔ بعض نے کہا یہ گم شدہ عبرانی لفظ ہے۔ اکادی میں اس کے معنی حکمران کے ہیں تورات کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ عبرانی میں یہ لفظ اور اس کے معنی مخدوش ہیں۔

کیتھولک بائبل (۱۹۵۸ء) کے حاشیہ پر ہے اس لفظ کے صحیح معنی ٹھیک معلوم نہیں ہیں مراد خداوند مسیح ہے۔

(نوٹ پیدائش ۴۹/۱۰)

اسی طرح یہود کی شائع کردہ تورات میں شیلوہ کے حاشیہ پر ہے Hebrew Obscure

ظاہر ہے علماء یہود و نصاریٰ کے نزدیک اس لفظ کے متن اور معنی مخدوش اور غیر معین ہیں شیلوہ گم شدہ لفظ اور ایک راز اور عقدہ لانحل ہے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اہل کتاب کی تاریخ میں سب سے اول یہ انکشاف کیا کہ شیلوہ اور آسف مترادف ہیں اس کے معنی کھینچ نکالنے اور اکٹھا کرنے کے ہیں۔ چونکہ آنے والے مسیحا کا خصوصی مشن یہ تھا کہ وہ بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو کھینچ نکالے گا ان کو آرام دے گا۔ ان کا جامع ہو گا اس لئے وہ شیلوہ کہلائے گا۔ ان معنوں کی تصدیق سیاق و سباق عبارت سے بھی ہوتی ہے۔ پیدائش ۴۹/۱۰ میں ابنائے اسرائیل کے اکٹھے ہونے کے لئے صیغہ "اسف" لایا گیا۔ سیاق عبارت میں ہے (بنی اسرائیل) کی قومیں اس کے پاس اکٹھی ہونگی گویا وہ ان کا جامع یعنی آسف ہو گا۔ کیونکہ آسف کے معنی ہیں اکٹھا کرنے والا گویا شیلوہ اور آسف مترادف ہیں اس میں آنے والے مسیح کے عظیم الشان مشن کی طرف اشارہ ہے اس اشارے کو حضرت مسیح ناصری نے کھول دیا اور فرمایا۔

"میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑخانے کی نہیں ضرور ہے کہ میں انہیں بھی لاؤں اور وہ میری آواز سنیں گی اور ایک ہی گلہ اور ایک ہی چرواہا ہو گا"۔

(یوحنا ۱۰/۱۶)

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے دو خطاب تھے۔ شیلوہ اور آسف اور یہ دونوں نام مترادف ہیں۔

ضروری حوالے

(۱) یہوواہ وٹنس والوں کی بائبل ڈکشنری دس لاکھ شائع ہوئی ہے اس میں شیلوہ کے نیچے لکھا ہے کہ یہود نے ہمیشہ شیلوہ سے مراد مسیحا لیا ہے اس امر کا ثبوت یہ ہے کہ انکے لٹریچر میں شیلوہ کی جگہ مسیحا ہے ترگوم کے دونوں نسخوں میں شیلو نہیں ہے۔ بلکہ مسیح ہے بابلی طالمود میں ہے۔ مسیح کا نام کیا ہے؟ اس کا نام شیلو ہے

Aid to Bible Understanding (1971)P-1492

(۲) عبرانی انگریزی لغت میں اسف کے معنی ہیں

to draw together -to draw up -to assemble

اور شلہ کے معنی ہیں

to be quiet -to draw out

(۳) پیکس بائبل کمنٹری (۱۹۶۳ء) میں ہے

The reading and the meaning are still an unsolved riddle.

شیلو کی قرات اور معنی آج تک ایک عقدہ لانیحل ہیں (۲۲/۷)

(۴) ۱۹۷۶ء کی گڈنیوز بائبل میں ہے Hebrew Unclear

(۵) یروشلم بائبل (۱۹۸۵ء) میں ہے

Text and meaning much disputed

ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا فرمانا کہ سیلا (یا شیلوہ) اور آسف مترادف ہیں لغت کی رو سے اور تورات کے سیاق و سباق کی رو سے ایک حقیقت ثابتہ ہے اس کی قرات اور معنی وہی درست ہیں جو سباق عبارت سے ثابت ہیں یعنی وہ اسرائیلی قوموں کو اکٹھا کرنے والا ہوگا۔ اس طرح انکو آرام دے گا۔ ظاہر ہے کہ شیلوہ عبارت ہے آسف سے اور اس کے معنی ہیں لوگوں کو کھینچ نکالنے والا یعنی مصیبت عظمیٰ سے نکال کر اکٹھا کرنے والا اور آرام دینے والا۔

اس تحقیق کی تائید میں ایک اور ثبوت بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا مرکزی شہر شیلوہ تھا۔ اس جگہ کی خصوصیت یہ تھی کہ جہاں بنی اسرائیل کا خیمہ اجتماع یعنی بیت اللہ تھا اور مقام جمع بنی اسرائیل کے اجتماع عظیم کا یہ مقام تھا یہ شہر روح اجتماع سے عبارت تھا تورات میں ہے۔

"بنی اسرائیل کی ساری جماعت نے شیلوہ میں جمع ہو کر خیمہ اجتماع کو وہاں کھڑا کیا"۔

(یشوع ۱۸/۱)

اس شہر کے نام کی وجہ تسمیہ میں اکٹھا ہونے' اجتماع پذیر ہونے کے معنی ہیں اور آرام یافتہ ہونے کے! گویا آسف اور شیلوہ کے معنوں میں گہری مطابقت ہے لہٰذا کتاب "مسیح ہندوستان میں" جو انکشاف کیا گیا وہ ایک حقیقت ثابتہ ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نوّر اللہ مرقدہٗ کا عجز و انکسار

(محترم محمود مجیب اصغر صاحب)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی ذات پیکر عجز و انکسار تھی ایک مرتبہ مغربی افریقہ کے دورے کے دوران ایک عیسائی سکالر سے گھانا میں آپ کی ملاقات ہوئی عیسائی سکالر نے آپ سے مل کر بے ساختہ کہا

"میں آپ کی اعلیٰ شخصیت سے بہت متاثر ہوا ہوں"

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا

" I am humblest of the humble "

"یعنی میں تو انتہائی عاجز انسان ہوں" (بحوالہ مشکوٰۃ قادیان مارچ اپریل مئی ۱۹۸۳ء)

حقیقت یہی ہے کہ اپنی خاندانی وجاہت، مرتبے، علم اور گوناں گوں صفات حسنہ کے باوجود آپ نہایت منکسر المزاج تھے۔ آپ نے خلافت پر متمکن ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سینکڑوں الہامات میں سے جس الہام کو اپنا اور جماعت کا ماٹو قرار دیا وہ آپ کے اسی وصف کا آئینہ دار ہے۔ وہ الہام یہ ہے۔

"تیری عاجزانہ راہیں اسے پسند آئیں"

آپ کی ساری زندگی اس امر پر شاہد ہے کہ آپ پیکر عجز و انکسار تھے اور آپ نے ساری زندگی عجز اور فروتنی کے ساتھ اپنے آپ کو لاشے محض سمجھ کر خدمت دین میں گزاری۔

☆ محترم راجہ غالب احمد صاحب نے بیان کیا کہ ان کے والد صاحب ایک غیراز جماعت دوست کو جلسہ سالانہ قادیان پر لے گئے اور انہیں سٹیج کے قریب بٹھایا انہوں نے دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تقریر فرما رہے ہیں اور ایک نہایت حسین و جمیل جوان ایک بچے کو اٹھائے ہوئے پاس کھڑا ہے بچہ کسی انتہائی غریب خاندان کا تھا اور اس کی ناک بہہ رہی تھی اس حسین و جمیل شخص نے اپنے کوٹ کی جیب میں سے رومال نکالا اور اس بچے کی ناک صاف کی اور اس انتظار میں کھڑا رہا کہ حضرت مصلح موعود کب توجہ فرمائیں اور وہ اس بچے کے بارہ میں گمشدگی کا اعلان کریں کہ بچے کو اس کے والد سٹیج کے باہر سے آکر لے جائیں وہ غیراز جماعت دوست یہ نظارہ باربار دیکھتے رہے حتیٰ کہ حضرت مصلح موعود کی نگاہ اس نوجوان پر پڑی جو ان کے فرزند اکبر اور صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مرزا ناصر احمد تھے۔ جو پیکر عجز و انکسار بنے

ہوئے تھے۔ راجہ غالب احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد کے وہ دوست یہ نظارہ دیکھ کر احمدی ہو گئے۔

☆ آپ کی صاحبزادی نے آپ کی وفات پر لکھا۔

"جب بچپن سے نکل کر شعور تک پہنچی تو ابا کی مکمل شخصیت میرے سامنے تھی مکمل اور عظیم وہ اعلیٰ اخلاق اور وہ بھرپور سادگی کہ جس کی عظمتوں پر میرا پورا وجود سرنگوں ہو گیا یہ ایک نقش ہے کہ جس نے مجھے اپنے میں جذب کر دیا محو کر دیا ابا کا خدا کی ذات پر کامل توکل' دعا پر ایمان اور خدا کی رضا پر راضی رہنے کی صفت۔ ابا کی خلافت سے وابستگی اور اس کے صحیح مفہوم کو سمجھنا اور سمجھانا' صبرو حوصلہ' ہمت اور استقامت' سچائی کا حسن' عورت کے حقوق کا تحفظ اور اس کا مقام بتانا اور کرنا عجزو انکسار اور دھیما پن' عفوو درگذر' برابری اور مساوات حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سمجھنا اور اس پر خاموشی سے عمل کرنا تمام نیکیوں پر عمل' تمام خوبیوں کے کام لیکن خاموشی سے۔ انسان سے پیار اور شفقت کا عمل اور درس۔ جذبوں کی قدر اور عزت' خودداری' غیرت' کیا کیا بیان کیا جائے۔ کیا کیا ہم نے نہیں دیکھا کیا کیا محسوس نہیں کیا۔ ایک مکمل شخصیت لیکن منکسر المزاج سب کچھ ہوتے ہوئے بھی یہ اظہار کیا کہ

"میں تو ایک ناچیز بندہ ہوں خدا کا"

سب کرتے ہوئے بھی اظہار انکساری' عمل سے بھرپور۔ یہ مسکراتے ہوئے روشن چہرے کا مقدس وجود کیا نگاہوں سے دلوں سے دور کیا جا سکتا ہے؟

(ماہنامہ خالد ربوہ اپریل مئی ۱۹۸۳ء)

☆ دوستوں کے نام بعض خطوط میں آپ اپنے لئے نہایت انکسار کا اظہار فرماتے تھے آپ نے مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری کو ۹ مارچ ۱۹۶۶ء کو ایک خط لکھا اور اس کے آخر میں لکھا۔

فقط اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز و ناکارہ بندہ

جس کی زندگی کا سہارا محض فضل الٰہی ہے

مرزا ناصر احمد (خلیفۃ المسیح الثالث) ضمیمہ تجلی قدرت)

آپ نے اپنی حرم اول سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا کی وفات کے بعد دعاؤں اور مشوروں کے بعد جب نکاح ثانی کا فیصلہ فرمایا تو اس وقت بھی عجزو انکساری کو ملحوظ رکھا چنانچہ آپ کی حرم ثانی حضرت سیدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ لکھتی ہیں۔

"شادی سے دو تین روز قبل مجھے کچھ پوائنٹس لکھ کر بھجوائے فرمانے لگے میں ابھی سے اس کی تربیت شروع کر

دوں۔ اور پہلا درس آپ نے مجھے یہی دیا کہ خدا تعالیٰ عاجزی کو پسند کرتا ہے چنانچہ مندرجہ ذیل تین فقرات آپ نے مجھے لکھ کر بھجوائے۔

۱۔ خدا تعالیٰ عاجزانہ راہوں کو پسند کرتا ہے

۲۔ جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا

۳۔ میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا"

(ماہنامہ خالد اپریل مئی ۱۹۸۳ء)

آپ کی خواہش تھی کہ ساری جماعت عاجزی و انکساری کا پیکر بن جائے اور اسے آپ نے ایک اہم ذمہ داری قرار دیا فرمایا۔

"جو ذمہ داری ہے جس کی طرف میں باربار توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ فخر پیدا نہ ہو غرور پیدا نہ ہو تکبر پیدا نہ ہو۔ سر ہمیشہ زمین کی طرف جھکے رہیں تا کہ وہ حدیث ہمارے حق میں پوری ہو جس میں کہا گیا ہے کہ جب خدا کا ایک مخلص بندہ عاجزی اختیار کرتا ہے اور تواضع کی راہوں پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان تک اس کی رفعتوں کا سامان کر دیتا ہے"۔

(خطبہ جمعہ ۱۵ مارچ ۱۹۷۴ء)

☆ آپ نے ہمیشہ جماعت کو بھی ان کے مقام عجز و انکسار کی طرف توجہ دلائی ایک موقعہ پر فرمایا۔

"عاجزانہ راہوں کو مضبوطی سے پکڑو صراط مستقیم پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ عاجزانہ طور پر اس کے حضور جھکو اور اس سے دعائیں کرتے رہو کسی سے دشمنی نہ کرو خواہ وہ ساری عمر تم سے دشمنی کرتا رہا ہو معاف کرنے کی عادت ڈالو خدا کے بندوں سے پیار کرو جو مظلوم ہیں ان کے ظلم دور کرنے کی جہاں تک تمہیں طاقت ہے کوشش کرو جو حقوق سے محروم ہیں ان کے حقوق دلانے کی سعی کرو۔ خدا کے ہو جاؤ اسی کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں پر رکھ کر اپنی زندگی کے دن گذارو اللہ تعالیٰ تمہیں وہ کچھ دے گا کہ قیامت تک تمہاری نسلیں تم پر فخر کریں گی۔

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۷۰ء)

۱۴ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو پام ویو لاہور میں بعد نماز مغرب و عشاء مجلس علم و عرفان منعقد ہوئی جس میں آپ نے فرمایا۔

"میری عادت ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی عاجزانہ راہوں پر چلنے کی توفیق عطا ہوئی ہے کئی دفعہ اس طرح ہوتا ہے کہ اگلے روز جمعہ ہوتا ہے لیکن میرے دماغ میں کوئی مضمون نہیں ہوتا چنانچہ کئی دفعہ سوچا کہ میں کھڑا

ہوں گا عربی کے الفاظ پڑھوں گا اور یہ اعلان کردوں گا اس میں میری کوئی بے عزتی نہیں ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے کوئی مضمون نہیں سکھایا اس لئے میں کوئی مضمون بیان نہیں کرتا لہٰذا نماز پڑھ لیتے ہیں لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی نہ کوئی مضمون نہ سکھا دیا ہو چنانچہ کئی بار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک چمک پیدا ہوتی ہے اور مضمون سمجھ آجاتا ہے"۔

(غیر مطبوعہ مجلس علم و عرفان بمقام پام ویو لاہور

۱۴اکتوبر ۱۹۶۹ء)

☆ آپ نے اپنی نجی زندگی میں' اپنی جماعتی زندگی میں' کالج کے دوران' خلافت کے دوران' خاندان کے اندر' خاندان سے باہر' پاکستان میں اور پاکستان سے باہر ہر جگہ عجز و انکساری کو ہی مقدم رکھا اور اپنے عملی نمونے سے اس کو قائم فرمایا اور بار بار جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ اس حقیقت کو سمجھیں آپ کی دعائیں بھی اس امر کی شاہد ہیں۔ ایک موقعہ پر اللہ تعالیٰ سے یوں مناجات کیں۔

"....... کبر و غرور تیرے در کے لعین اور دھتکارے ہوئے لیکن تذلل اور انکسار تیرے عرش کی لونڈی ہیں اے خدا! ہمارے دل کی بھی یہی مکین ہوں۔ نیستی ہمارے وجود کی اصلیت اور حقیقت ہے اے خدا ہمیں اس حقیقت پر ہمیشہ قائم رکھ نہ ہمارا جوان اپنی قوت پر اترائے' نہ ہمارا بوڑھا اپنی لاٹھی پر بھروسہ کرے' نہ ہمارا عاقل اور فہیم اپنے عقل و فہم پر ناز کرے نہ کوئی عالم اور فقیہہ اپنے علم کی صحت اور اپنی دانائی کی عمدگی پر اعتبار کرے اور نہ ہمارا ملہم اپنے الہام اور کشف یا دعاؤں کے خلوص پر تکیہ کرے کیونکہ تو اے ہمارے رب! ہمارے محبوب!! جو چاہتا ہے کرتا ہے جن کو چاہے اپنے حضور سے دھتکار دے اور جن کو چاہے اپنے خالص بندوں میں شامل کر لے"۔

(افتتاحی خطاب جلسہ سالانہ ربوہ ۲۶ دسمبر ۱۹۶۹ء)

❀ ❀ ❀

حکمت و دانائی اور حضرت لقمانؑ

(محترم مولانا غلام باری صاحب سیف)

حکمت کے معنی لغت میں علم، حلم، انصاف، جہالت سے رکنے، فلسفہ، درست اور صحیح قول اور فعل کے ہیں۔ قرآن مجید کی لغت کے امام راغب نے قرآن مجید کی مختلف آیات سے اس کے معنی بیان کئے ہیں موجودات کی معرفت اور بھلائی کا عمل۔ اس کی تائید میں امام صاحب وہ آیت لائے ہیں جس میں حضرت لقمان کو حکمت عطا ہونے کا ذکر ہے۔ قرآن مجید کی بعض آیات کو نقل کرکے امام راغب نے حکمت سے تفسیر قرآن اور علم قرآن مراد لیا ہے۔ امام سدّی کے حوالہ سے امام راغب نے حکمت سے مراد نبوت اور قرآن کے حقائق لیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی صفت حکیم کے معنی یہ ہیں کہ جس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہ ہو۔ قرآن مجید بھی کتاب حکیم ان معنوں سے ہے کہ اس کی آیات محکم ہیں۔ اس کی صداقتیں اٹل اور لازوال ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کہ شعر میں حکمت ہے' سے مراد امام راغب نے قضیہ صادقہ لیا ہے اور اس کی تائید میں لبید شاعر کا یہ مصرعہ نقل کیا ہے کہ ہمارے رب کا تقویٰ ہی بہترین مال ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ لقمان میں حضرت لقمان کو حکم دئے جانے کا ذکر ہے اور سورۃ میں اس حکمت کی تفصیل بھی درج ہے۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمت و دانش کی جو باتیں لقمان کو عطا ہوئیں انکی فلاسفی بھی بیان کی۔ اس ضمن میں سب سے پہلی حکمت کی بات یہ بتائی کہ خدا کا شکر ادا کرو۔ اس کا فائدہ تمہیں پہنچے گا۔ کہ اللہ کا شکر کرنے والا اس کی مزید نعمتوں کا مستحق بنتا ہے اور اس کی نعمتوں کی ناقدری کرنے والا' کفران نعمت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس کا نقصان بھی اسی کو ہوگا خداوند کریم کو نقصان نہیں۔ کہ احادیث میں آیا اگر ساری دنیا متقی ترین انسان کی طرح ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کیا اضافہ کہ وہ غنی ہے اور اگر بدبخت ترین انسان کی طرح ہو جائے تو خدا کی بادشاہت میں کوئی کمی نہیں کہ وہ حمید ہے سزاوار حمد ہے آیت کے آخر میں یہی فرمایا۔ دوسری حکمت کی بات یہ بیان فرمائی کہ شرک نہ کرو کہ سب سے بھیانک ظلم ہے۔ اور ظلم کی تعریف یہ ہے کہ حقدار کو حق نہ دیا جائے۔ اس لئے حکمت کے ایک معنی لغت میں یہ بھی کئے ہیں کہ ہر شے کو اس کا صحیح مقام دیا جائے۔ ماں باپ سے سلوک کو حکمت کی بات قرار دیا۔ اور قرآن مجید نے اس پر حکمت امر کی حکمت بیان کی کہ بچے کی پرورش میں ماں باپ نے کس قدر تکلیف اٹھائی۔ اور اطاعت والدین

اداریہ

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے

ٹیلی ویژن پر براہ راست پروگرام دیکھ رہا ہوں۔ ایک پروقار اور نوروں نہلائی ہوئی شخصیت ہمارے سامنے ہے۔ عقیدت مندی اور محبت اور ممنونیت سے لبریز جذبات کے ساتھ یہ پروگرام چار براعظموں میں ہمہ تن گوش ہو کر سنا جا رہا ہے۔ قلوب وفور مسرت سے اچھل رہے ہیں۔ فضا بہجت و سرور سے جھوم اٹھی ہے۔ ذرائع ابلاغ اس پروگرام کے در آنے پر فخر محسوس کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہی تو ایک آواز تھی جس کی خاطر تقدیر ازلی نے آخری زمانہ میں نشر و اشاعت کے نئے ذرائع مقدر کر رکھے تھے۔

نئے عہد نامہ میں "رسولوں کے اعمال" میں یہ پیش گوئی درج ہے "رسولوں کے اعمال" باب بھی معنی خیز ہے کہ آنے والا وجود موعود اقوام عالم ہو گا اور **اذا الرسل اقتت** کا مصداق ہو گا۔ پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔

"جب عید **پنتکست** کا دن آیا تو وہ سب ایک جگہ جمع تھے کہ یکایک آسمان سے ایسی آواز آئی جیسے زور کی آندھی کا سناٹا ہوتا ہے اور اس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج گیا اور انہیں آگ کے شعلہ کی سی پھٹتی ہوئی زبانیں دکھائی دیں اور ان میں سے ہر ایک پر آٹھہریں اور وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں بولنے لگے جس طرح روح نے انہیں بولنے کی طاقت بخشی۔

اور ہر قوم میں سے جو آسمان کے تلے ہے خدا ترس یہودی یروشلم میں رہتے تھے جب یہ آواز آئی تو بھیڑ لگ گئی اور لوگ دنگ ہو گئے کیونکہ ہر ایک کو یہی سنائی دیتا تھا کہ یہ میری ہی بولی بول رہے ہیں اور سب حیران و متعجب ہو کر کہنے لگے دیکھو! یہ بولنے والے کیا سب گلیلی نہیں پھر کیونکر ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے وطن کی بولی سنتا ہے حالانکہ ہم پارتھی اور مادی اور عیلامی اور مسوپتامیہ اور یہودیہ اور کپدکیہ اور پنطس اور آسیہ اور فروگیہ اور پمفیلیہ اور مصر اور لبوا کے علاقہ کے رہنے والے ہیں جو کرینے کی طرف ہے اور رومی مسافر خواہ یہودی خواہ انکے مرید اور کریتی اور عرب ہیں۔ مگر اپنی اپنی زبان میں ان سے خدا کے بڑے بڑے کاموں کا بیان سنتے ہیں اور سب حیران ہوئے اور گھبرا کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ کیا ہوا چاہتا ہے اور بعض نے ٹھٹھا کر کے کہا کہ یہ تو تازہ مے کے نشہ میں ہیں۔

اے یہودیو اور اے یروشلیم کے رہنے والو! یہ جان لو اور کان لگا کر میری باتیں سنو جیسا تم سمجھتے ہو یہ نشہ

میں اس حکمت کو بھی بیان کیا کہ عدل سے کام لینا۔ اعتدال سے کام لینا۔ اگر ماں باپ خدا کے حکم کی نافرمانی کی کبھی تلقین کریں تو پھر اطاعت واجب نہیں۔ ہاں دنیوی امور میں انکی رفاقت ضروری ہے۔ حکمت کی باتوں میں سے یہ بیان کیا کہ ہر نیکی اور بدی کے فعل کی جزا و سزا مرتب ہوگی۔ اس کا اثر ہو گا تمہاری زندگی پر۔ اور خدا سے تمہارا کوئی فعل مخفی نہ رہے گا وہ خبیر ہے باخبر ہے۔ حکمت کی باتوں میں عبادت کو سنوار کر ادا کرنا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا کہ معاشرہ کی اصلاح اس کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ منکرات سے پہلو تہی معاشرہ کو صحت مند اور درست نہیں رہنے دے گی۔ اور حکمت کی باتوں میں یہ حکم بیان فرمایا کہ صبر کرنا۔ صبر کے معنی روکنے اور سہنے کے ہیں۔ صرف برداشت کرنے کے نہیں۔ ایمان اور اخلاص پر قائم رہنے کے بھی ہیں اور عجیب بات ہے کہ حکمت کے معنی ح کی زبر کے ساتھ لگام کے ہیں۔ یعنی وہ جذبہ یا امر جو آپ کو بگ ٹٹ نہ ہونے دے۔ نفس کے سرکش گھوڑے کی باگیں کھینچ کر رکھیں۔ حکمت کی باتوں میں یہ بیان فرمائی کہ لوگوں سے تیوری چڑھا کر نہ پیش آئے کہ خندہ پیشانی دشمن کو بھی دوست بناتی ہے جب کہ چیں بجبیں ہو کر بات کرنا اپنوں کو بھی شکایات کا موقعہ دیتا ہے۔ پھر میانہ روی اختیار کرنے کا حکم ہے کہ یہ بھی حکمت میں شامل ہے کہ اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ بہت اونچی آواز سے بات نہ کریں دھیما پن حکمت ہے جب کہ شور و شغب جہالت کا نام ہے اور حکمت جہالت کی ہی نفی ہے۔ اور یہ بھی دانش ہے کہ مذہبی بحث علم کے بغیر نہ کریں۔ یہاں سنجیدگی ضروری ہے اور ہزل نقصان دہ۔ (لقمان آیت ۱۲-۲۰) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حکمت جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جسے حکمت و دانش عطا ہوئی اسے بہت بڑی بھلائی عطا ہوئی۔ یقیناً عقل، علم، حلم، انصاف خداداد اوصاف ہیں۔ جسے یہ عطا ہوئے اس پر خدا کا بڑا احسان ہے۔ (البقرہ آیت ۲۷۰)

دعوت الی اللہ بھی حکمت کے بغیر مؤثر نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے خدا کی طرف حکمت سے بلائیے۔ دانائی سے بات کریں۔ حلم سے پیغام حق پہنچائیں۔ نصیحت میں ہمیشہ اچھا انداز ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کریں اس کی ذہنی "اپروچ" Approach کا جائزہ لے کر بات کریں۔ خیر خواہی کے جذبہ اور عمل کے بغیر دعوت الی اللہ بے سود ہوگی۔ (النحل آیت ۱۲۶)

حکمت کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ خدا حکمت عطا فرمائے۔ حدیث میں آتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رشک صرف دو جگہ جائز ہے ایک وہاں جہاں خدا نے کسی کو مال دیا ہو اور وہ راہ خدا میں مال لٹا رہا ہو۔ وہاں رشک کیجئے کہ کاش یہ جذبہ مجھے بھی عطا ہو دوسرا اس آدمی کی خوش قسمتی پر رشک کیجئے جسے خدا نے حکمت دی ہو وہ شخص حکمت سے فیصلے کرتا ہو یعنی عقل۔ فہم، سداد سے اور دوسروں کو سیدھا رہنے کی، دانشمندی اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہو۔ (بخاری کتاب الاحکام باب اجر من قضیٰ بحکمۃ)

غزل

آبلہ پائی ہے۔ منزل دُور ہے
طالبِ محمل کوئی مجبور ہے

دلشکن ہی دلشکن ہیں چار سُو
ایک دِلبر ہے سو وہ مستور ہے

چشم کو شوقِ زیارت جب ہُوا
تب ہُوا معلوم کہ بے نُور ہے

مجتمع ہوتے نہیں اس کے نقوش
دِل کا آئینہ ہی چُورا چور ہے

پہلے پہلے مہر ہے۔ پھر قہر ہے
شوخ نظروں کا یہی دستور ہے

ہاں! اگر اُن کا ہو منظورِ نظر
ایک سنگریزہ بھی کوہِ نُور ہے

وہ مسیحائی کا دعویدار ہے
میرا دعویٰ ہے کہ دِل رنجور ہے

عشق شیریں ہے مگر دُشوار ہے
مت کہو کہ تُرش یہ انگور ہے

کل تلک رازِ محبّت راز تھا
آج سارے شہر میں مشہور ہے

—— سیّد حمید اللہ نصرت پاشا ——

عظیم انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہے

جماعت احمدیہ کا ادعا یہ ہے کہ ہم نے اس دنیا سے شرک کا قلع قمع کرنا ہے تو یہ باتیں مضمون نگاریوں یا تقریروں سے تو نہیں ہو سکتیں۔ اس کے لئے تو عظیم انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہوگی اور یہ انقلاب ہمارے نفوس میں برپا ہونا ہوگا۔ یہ ایسا انقلاب نہیں ہے جو آپ کے سینوں سے اچھل پڑے جب تک کہ سینوں میں برپا نہ ہو۔ پس پہلے اپنے اعمال اپنے کردار اپنے خیالات اپنی گفتار میں ایک انقلاب برپا کریں۔ اپنے آپ کو موحد بنائیں جھوٹ سے کلیۃً ہجرت کرکے توحید کے دامن میں پناہ لیں۔ پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کو وہ طاقت نصیب ہوگی جس کے نتیجہ میں دنیا میں آپ ایک عظیم انقلاب برپا کرسکیں گے اور یہ طاقت توحید ہی کی طاقت ہے۔ وہ ایک طاقت جس نے لازماً فتح یاب ہونا ہے وہ توحید کی طاقت ہے۔ وہ ایک طاقت جس کیلئے خدا کی غیرت کسی اور چیز کو برداشت نہیں کرسکتی' کسی مدمقابل کو برداشت نہیں کرسکتی' وہ توحید کی طاقت ہے۔ پس جب موحد ہو کر خدا کی ذات میں گم ہوتے ہیں تو اسی کا نام **تبتل الی اللہ** ہے اور تبتل کے طریق میں سب سے بڑا تبتل جھوٹ سے دوری اختیار کرنا ضروری ہے اور سب سے بڑا شرک جھوٹ ہی کا شرک ہے۔ پس اس پہلو سے میں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ یہ کوئی نظریاتی بحثیں نہیں ہیں حقیقت کی دنیا میں اتر کر ہمیں روزمرہ کی زندگی میں ان بتوں کی تلاش کرنی ہوگی' ان کی نشاندہی کرنی ہوگی' جو بت روزمرہ ہماری زندگی پر حاوی ہوتے ہیں۔ ہماری باتوں ہماری طرز عمل پر ان کا اختیار ہے اور ہم موحد ہیں۔ اور اس کے باوجود بیک وقت خدا کے سامنے بھی سر ٹیک رہے ہیں اور غیراللہ کے سامنے بھی دل پیش کررہے ہیں۔ پس یہ جو متضاد زندگی کی کیفیت ہے۔ یہ قابل قبول نہیں ہے۔ تضاد خود جھوٹ ہوتا ہے۔ پس جہاں تضاد پیدا ہو جائے وہاں ساری زندگی جھوٹ بن جاتی ہے۔ اس کا شعور پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر احمدی گھر میں ہر مرد' عورت' بچے ہر ایک کے دل میں پوری قوت کے ساتھ جھوٹ کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے جس رنگ میں اس مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔ اسے بار بار گھروں میں پیش کیا جانا ضروری ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ر اگست ۱۹۹۲ء بیت الفضل لندن)

میں نہیں کیونکہ ابھی تو پہر ہی دن چڑھا ہے بلکہ یہ وہ بات ہے جو یوئیل نبی کی معرفت کہی گئی ہے کہ
خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہو گا
کہ میں اپنے روح میں سے ہر بشر پر ڈالوں گا
اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں نبوت کریں گی
اور تمہارے جوان رؤیا اور تمہارے بڈھے خواب دیکھیں گے بلکہ میں اپنے بندوں اور اپنی بندیوں پر بھی ان دنوں میں اپنے روح میں سے ڈالوں گا اور وہ نبوت کریں گی۔
اور میں اوپر آسمان پر عجیب کام اور نیچے زمین پر نشانیاں یعنی خون اور آگ اور دھوئیں کا بادل دکھاؤں گا۔
سورج تاریک اور چاند خون ہو جائے گا۔
پیشتر اس سے کہ خداوند کا عظیم اور جلیل دن آئے اور یوں ہو گا کہ جو کوئی خداوند کا نام لے گا نجات پائے گا۔ اے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم میں دکھائے"۔

(رسولوں کے اعمال باب ۲ آیت ۱ تا ۲۲)

سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چاند اور سورج کے گرہن کی پیشگوئی فرمائی نیز فرمایا کہ امام مہدی کے زمانے میں ایک آواز آئے گی جو ساری دنیا میں سنی جائے گی کہ **ھذا خلیفۃ اللہ المھدی** کہ اللہ تعالیٰ کا مامور جو امام مہدی کے نام سے موسوم ہے آچکا ہے۔

وَیَختلفُ اَھلُ الشرقِ واَھلُ الغربِ۔ نعم واَھلُ القبلۃِ وَیلقی الناس جھد شدید مما یَمُرُّبِھِم مِنَ الخوفِ فلا یزالون بِتلک الحال حتّی ینادی منادٍ مِنَ السّماءِ النفر النفر۔

(بحار الانوار جلد ۱۳ ص ۱۶۳)

یعنی مشرق والے اور مغرب والے اختلاف کریں گے۔ ہاں اہل قبلہ بھی یعنی مسلمانوں میں فرقہ بندی ہو گی اور لوگوں کو سخت تکلیف پہنچے گی۔ کیونکہ پہلے خوف کے ادوار ان پر گذریں گے۔ اور ایک عرصہ تک وہ اس حالت میں رہیں گے۔ یہاں تک کہ ایک آواز دینے والا آسمان سے آواز دے گا کہ آؤ میری طرف آؤ۔

قادیان کی ایک گمنام سی بستی سے آج سے ایک صدی قبل سابقہ الٰہی نوشتوں کے عین مطابق ایک آواز بلند ہوئی۔ اور باوجود کمزور اور نحیف ہونے کے اس میں نہ دبنے والا رعب تھا۔ اس نے یہ اعلان کیا

"یہ سلسلہ تمام عالم پر محیط ہو جائے گا"

چنانچہ **اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح۔** نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار کے نشانات اور تائیدات کے جلو میں یہ آواز بلند ہوتی چلی گئی۔ مخالفتوں کے طوفان اٹھے۔ تعصب و عناد کے سیل رواں چلے اور اس کے دبانے کے لئے مختلف النوع طاقتوں نے پورا زور لگایا۔ لیکن یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا باد مخالف کے دوش پر شش جہت میں پرواز کرنے لگی اور بڑھتی رہی

یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا' پھیلتی جائے گی شش جہت میں سدا
تیری آواز اے دشمن بد نوا دو قدم دور دو تین پل جائے گی

یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قادیان سے اٹھنے والی آواز کو تائید الٰہی حاصل تھی اور نسیم رحمت اسے منتشر کرنے کے لئے مچل رہی تھی۔

آج چار براعظموں کی فضا گواہ ہے اور عنقریب تمام عالم کی فضائے بسیط اس امر کی شاہد ناطق ہوگی کہ ایک صدی قبل بے سرو سامانی اور گمنامی کی حالت میں دعویٰ کرنے والا صادق القول تھا اور وہ صادق القول کیوں نہ ہوتا کیونکہ اس کی پیشگوئی اصدق القائلین نے کی تھی۔

سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے براہ راست چار براعظموں میں ٹیلی کاسٹ ہونے والے پہلے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱۔ اگست ۱۹۹۲ء میں ارشاد فرمایا۔

"میں نے کہا تھا کہ جب اللہ کا فضل آسمان سے نازل ہوگا تو کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔ آج چار براعظموں میں نازل ہونے والے ان افضال کو کون روک سکتا ہے ہم خدا کے بندے ہیں اور خدا کا نام لیتے ہیں۔ (روزنامہ الفضل ۲۴؍ اگست ۱۹۹۲ء)

- اے سٹلائیٹ! تمہیں مبارک ہو کہ تو وہ سٹار ہے جس میں ہدایت اور راہنمائی کا پروگرام شامل ہے۔
- اے فضاؤ! تمہیں مبارک ہو کہ تم میں قدرت ثانیہ کے مظہر رابع کی حیات نو سے ہمکنار کرنے والی شیریں لیکن پرسوز آواز کی خوشبو تحلیل ہو رہی ہے۔
- اے سطح ارضی کے باسیو! تمہیں مبارک ہو کہ نشاۃ ثانیہ کی حشر بپا صدا آسمانی رفعتوں سے ہمدوش کرنے کے لئے ہر گھر میں داخل ہو کر کانوں میں رس گھول رہی ہے۔

آج سٹلائیٹ کے ذریعہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی روح پرور اور ایمان افروز آواز اپنے پیارے امام آخر الزماں کی اقتداء میں وہ آسمانی آواز ہے جو جاء المسیح کے راگ الاپ رہی ہے اور بیک وقت ساری دنیا کو متوجہ کر رہی ہے۔

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے　　لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

امام الکلام

کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے

"اور ثبوت اس بات کا جو صاحب اس استعداد کامل کا اصلی و حقیقی طور پر جناب سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان پیشگوئیوں سے ہو سکتا ہے جن میں سے بعض کو ہم نے اسی حاشیہ میں لکھ دیا ہے اور نیز ایک عمدہ ثبوت اس بات کا قرآن شریف سے بھی مل سکتا ہے کیونکہ کمالیت وحی حسب کمالیت مورد وحی ہوا کرتی ہے جس قدر کسی مورد وحی کی استعداد بلند ہوتی ہے۔ جو ہر فطرت مصفا ہوتا ہے۔ جذبات محبت نمایاں ہوتے ہیں اور حرکت شوقیہ میں تیزی اور گرمی ہوتی ہے اور وفا اور صدق میں قیام اور استحکام ہوتا ہے اسی قدر اس کی وحی میں کمال ہوتا ہے۔ اب ہماری طرف سے یہ دعویٰ ہے جس کو ہم بمقابل ہر یک فریق کے ثابت کرنے کو طیار ہیں کہ وحی قرآنی اپنی تعلیم اور اپنے معارف اور برکات اور علوم میں ہر یک وحی سے اقویٰ و اعلیٰ ہے......

فی الحقیقت قرآن شریف اپنے معارف اور حکمتوں اور پر برکت تاثیروں اور بلاغتوں میں اس حد تک پہنچا ہوا ہے جس تک پہنچنے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں اور جس کا مقابلہ کوئی بشر نہیں کر سکتا اور نہ کوئی دوسری کتاب کر سکتی ہے اور حقیقی اور کامل معجزہ اپنے نبی کریم کی رسالت ثابت کرنے کے لئے یہی بڑا بھاری معجزہ اہل (-) کے ہاتھ میں ہمیشہ کے لئے قیامت تک ہے جو اب بھی ایسا ہی تازہ بتازہ موجود ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں موجود تھا۔ اور اب بھی مخالفوں کو ایسا ہی لاجواب اور رسوا کر رہا ہے جیسے وہ پہلے کرتا تھا اب اس تمام تقریر کا مدعا و خلاصہ یہ ہے کہ عندالعقل قرب الٰہی کے مراتب تین قسم پر منقسم ہیں اور تیسرا مرتبہ قرب کا جو مظہر اتم الوھیت اور آئینہ خدانما ہے حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسلم ہے جس کی شعاعیں ہزارہا دلوں کو منور کر رہی ہیں اور بے شمار سینوں کو اندرونی ظلمتوں سے پاک کر کے نور قدیم تک پہنچا رہی ہیں **و للہ در القائل۔**

محمد عربی بادشاہ ہر دوسرا کرے ہے روح قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں کہ اس کے مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے۔ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشوائی کے لئے قبول کیا اور قرآن شریف کو راہنمائی کے لئے اختیار کر لیا"۔

(روحانی خزائن جلد دوم (سرمہ چشم آریہ) حاشیہ ص ۲۴۷ تا ۲۵۰)

کلام الامام

جسکی خاطر اس ساری کائنات کو پیدا کیا گیا

یہ مقام یعنی عرش رب کریم پر مقام محمدیت یا مقام ختم المرسلین یا مقام خاتم النبیین اس تصویر میں اور حقیقتاً بھی اتنا اعلیٰ اور ارفع مقام ہے کہ وہاں تک کوئی اور انسان پہنچ ہی نہیں سکتا۔ یہی وہ مقام اور صاحب مقام ہے جس کی خاطر اس ساری کائنات کو پیدا کیا گیا ہے حدیث قدسی **لو لاک لما خلقت الافلاک** اسی حقیقت کی مظہر ہے اور اسی لئے یہ وہ مقام ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت بھی ملا ہوا تھا جب آدم ابھی معرض وجود میں نہیں آیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی خاتم النبیین تھے جبکہ آدم کا وجود مٹی میں کروٹیں لے رہا تھا یہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے یہی تو آپ کا آخری مقام ہے **"لا نفرق بین احد من رسلہ"** میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسولوں میں سے ایک رسول کہا گیا ہے یہ وہ مقام ہے جو سورہ احزاب کی آیہ کریمہ میں **"ولکن رسول اللہ"** کے الفاظ میں بیان ہوا ہے جس کے بعد آپ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے یعنی آپ رسول ہیں مگر ایسے رسول کہ آپ خاتم النبیین بھی ہیں اور اس لحاظ سے آپ تمام رسولوں سے منفرد ہیں......

خاتم النبیین کے ارفع مقام کے لحاظ سے کسی اور نبی کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ اس ارفع و اعلیٰ مقام کا دعویدار بنے اس میں آپ منفرد ہیں۔ آپ کا مقام خدائے ذوالجلال کے داہنی جانب عرش رب کریم پر ہے جسے ہم مقام محمدیت کہتے ہیں۔ اس معنی میں حقیقتاً آپؐ ایک عظیم الشان آخری نبی ہیں اور ہم علیٰ وجہ البصیرت آپؐ کے آخری نبی ہونے پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو آخری نبی مانتے ہیں وہ آخری مقام جو آپؐ کو معراج میں دکھایا گیا اور آپ نے اس کی جو تصویر کھینچی ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور آپ کو آخری نبی مانتے ہیں ہم تو ایک لحہ کے لئے بھی یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتے کہ قرآن کریم یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قسم کے عظیم رؤیا اور کشوف اور عظیم روحانی تجربات کا انکار کریں۔ اس معنی میں آپ تمام انبیاء پر فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور یہی معنی آپ پر چسپاں ہوتے ہیں۔ **لا نفرق بین احد من رسلہ** اپنی جگہ درست مگر مقام محمدیت، مقام ختم نبوت جس کا سورہ احزاب میں ذکر ہے اس مقام محمدیت میں منفرد ہونے کے لحاظ سے آپ آخری نبی ہیں اور خاتم النبیین اور خاتم المرسلین ہیں"۔

(خطبہ جمعہ حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) ۳۰ مارچ ۱۹۷۳ء بحوالہ الفضل ۱۷۔ اپریل ۱۹۷۳ء)

اہلِ کتاب کا گروہ صالحین

محترم عبدالسمیع خان صاحب استاد جامعہ احمدیہ ربوہ

قرآن کریم کی صداقت، عالمگیریت اور مذہبی رواداری کا یہ ایک عظیم الشان ثبوت ہے کہ وہ سچائی اور نیکی کا ان معنوں میں اجارہ دار نہیں بنتا کہ قرآن کے پیروکاروں کے علاوہ اور کہیں نیکی نہیں پائی جاتی اور دیگر تمام لوگ بدکار اور گمراہ ہیں۔

قرآ کریم یقیناً کامل کتاب اور کامل شریعت ہونے کا مدعی ہے لیکن وہ دوسری اقوام میں بھی فطری نیکی اور صداقت پائے جانے کا بھی اعلان کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم جہاں اہل کتاب کی طرف سے قرآن کریم کے انکار اور اس کی بلاجواز مخالفت کا ذکر کرتا ہے وہاں یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اہل کتاب میں ایک طبقہ فطری طور پر سعادت سے بہرہ مند ہے اس کے اندر نیکی کی روح اور سچائی کا تخم موجود ہے اور وہ بہت سی خوبیوں اور نیک صفات کے جامع ہیں۔

اس کا ایک نمونہ سورۃ آل عمران کی یہ آیت ہے۔

وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ لَمَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ خٰشِعِیْنَ لِلّٰہِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○ (آل عمران: ۲۰۰)

"اہل کتاب میں سے بعض لوگ یقیناً ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور جو کچھ تم پر اتارا گیا ہے اس پر اور جو کچھ ان پر اتارا گیا اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ساتھ ہی وہ اللہ کے آگے فروتنی بھی اختیار کرنے والے ہیں اور اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑا مول نہیں لیتے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کے اعمال کا بدلہ ان کے رب کے پاس ان کے لئے محفوظ ہے۔ اللہ یقیناً جلد حساب کرنے والا ہے۔"

یہی مضمون قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے جس میں اہل کتاب کے ایک حصے کے تقویٰ اور پاکیزگی اور طہارت کی گواہی دی گئی ہے۔ اور دیگر اہل کتاب کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے اور ایمان لانے کی ترغیب دی

۲۴۔ حضرت ثمامہؓ۔ حبشہ کے عیسائی تھے۔ نجاشی کے بھیجے ہوئے وفد میں مدینہ آئے اور اسلام قبول کیا۔

۲۵۔ حضرت تمیمؓ۔ حبشہ کے عیسائی تھے۔ نجاشی کے بھیجے ہوئے وفد میں مدینہ آئے اور اسلام قبول کیا۔

۲۶۔ حضرت دریدؓ۔ حبشہ کے عیسائی تھے۔ شدت زہد کی وجہ سے "راہب" ان کے نام کا جزو بن گیا تھا۔

۲۷۔ حضرت ثعلبہ بن قیسؓ۔ یہود مدینہ میں سے تھے۔ علمائے بنی اسرائیل میں شمار ہوتے تھے۔

الغرض یہ اس خوش نصیب طبقہ کے افراد ہیں جنہیں خدا نے اہل کتاب میں سے نہ صرف اسلام قبول کرنے کی توفیق دی بلکہ دگنے اجر کا مستحق ٹھرایا۔

قرآن کریم نے مختلف آیات میں ان صحابہ کی جو صفات بیان کی ہیں وہ قلبی کیفیات سے تعلق رکھتی ہیں جو درحقیقت خدا اور بندے کے درمیان ایک ایسا معاملہ ہے جو عام طور پر دنیا سے مخفی ہوتا ہے لیکن ان اعلیٰ صفات کے ظاہری ثبوت کے طور پر تاریخ نے کچھ واقعات محفوظ کئے ہیں جو خدا تعالیٰ کی خشیت اور سچے ایمان پر بڑے گہرے رنگ میں دلالت کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند واقعات پیش ہیں۔

حضرت تمیم داریؓ کا شمار ان صحابہ میں ہوتا ہے جو زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں ضرب المثل تھے آپ کی نماز تہجد میں شاید ہی کبھی ناغہ ہوتا اور تہجد میں بسا اوقات ایک آیت اتنی بار دہراتے کہ پوری رات ختم ہو جاتی ایک مرتبہ تہجد میں سورۃ الجاثیہ کی آیت ۲۲

"اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ"

ساری رات تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

(اسد الغابۃ از ابن اثیر جذری جلد ا ص ۲۱۵ مکتبہ اسلامیہ طہران)

حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر بھی رہے مگر دنیاوی لذات سے ہمیشہ کنارہ کش رہے بطور گورنر جو تنخواہ ملتی رہ ساری مستحقین میں تقسیم کر دیتے اور چٹائی بن کر اس کی آمد سے گزارہ کرتے عمر بھر گھر نہیں بنایا جہاں کہیں دیوار یا درخت کا سایہ ملتا پڑ رہتے ایک شخص نے اجازت چاہی کہ آپ کے لئے مکان بنا دوں تو انکار کر دیا اور اس کے اصرار کے باوجود اجازت نہ دی آخر اس نے کہا کہ میں آپ کی مرضی کے مطابق گھر بناؤں پوچھا وہ کیسا اس نے کہا اتنا مختصر کہ کھڑے ہوں تو سر چھت سے مل جائے اور لیٹیں تو پیر دیواروں سے لگیں فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنا دی۔

(الاستیعاب فی اسماء الاصحاب از علامہ ابن عبد البر برحاشیہ الاصابہ از ابن حجر عسقلانی جلد ۲ ص ۵۶ مطبع مصطفیٰ محمد مصر ۱۹۳۹ء)

وفات کے وقت گھر کا پورا اثاثہ بیس بائیس درہم سے زیادہ نہ تھا بستر میں معمولی سا بچھونا تھا اور دو اینٹیں جن کا تکیہ بناتے تھے اور اس پر بھی روتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انسان کا سازو سامان ایک مسافر سے زیادہ نہ ہو اور میرا یہ حال ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۴۳۸ مکتب اسلامی بیروت)

ورع اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ خادم کو گوشت کی بوٹیاں گن کر دیا کرتے کہ مبادا اس کی طرف سے کوئی سوء ظن پیدا ہو۔

(اہل کتاب صحابہ و تابعین از مجیب اللہ ندوی معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۵۱ء)

حضرت عبداللہ بن سلام کو آنحضرتؐ نے اسی دنیا میں جنت کی بشارت دی اور فرمایا۔

"اِنَّهٗ عَاشِرُ عَشَرَةٍ فِي الْجَنَّةِ"

یہ دس جنتیوں میں سے ایک ہیں۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی جلد ۲ ص ۳۱۳ مطبع مصطفیٰ محمد مصر ۱۹۳۹ء)

آپ ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لا رہے تھے لوگوں نے کہا کہ آپ کو خدا نے اس سے مستغنی کیا ہے یعنی دولت عطا فرمائی ہے تو فرمایا۔

یہ ٹھیک ہے مگر میں اس سے کبر و غرور کا قلع قمع کرنا چاہتا ہوں۔

(تذکرہ الحفاظ از علامہ شمس الدین ذہبی جلد ا ص ۲۶۔ دائرۃ المعارف النظامیہ طبع ثانی ۱۳۳۳ھ)

حضرت شمعون کے متعلق لکھا ہے **کان یکثر السجود** کہ وہ بہت نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک غزوہ سے واپس آئے کھانا کھایا اور وضو کر کے سجدہ شکر ادا کرنے کے لئے مسجد میں چلے گئے کوئی سورۃ پڑھنی شروع کی اور رات بھر وہی پڑھتے رہے فجر کے بعد جب گھر تشریف لائے تو بیوی نے کہا غزوہ سے واپسی پر کچھ آرام کر لیتے تو فرمایا مجھے یاد الٰہی میں کوئی دوسری یاد نہیں آتی میں قرآن کریم میں غور و فکر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صبح کی اذان ہو گئی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی جلد ۲ ص ۱۵۳ مطبع مصطفیٰ محمد مصر ۱۹۳۹ء)

اسلام قبول کرنے کے جرم میں یوں تو تمام اہل کتاب صحابہ ابتلاؤں اور آزمائشوں سے گزرے مگر حضرت اسید بن سعیہ، اسد بن عبید، اسد بن کعب اور رفاعۃ القرظی دوسروں کی نسبت زیادہ مشکلات کا شکار ہوئے مگر ان سب نے دین کی راہ میں آنے والی تمام مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کیا مگر اپنے ایمان پر آنچ نہ آنے دی۔

پس عظیم ہے قرآن کریم جو کسی صداقت اور سچائی سے خالی نہیں اور ہر قوم کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرتا ہے۔